ماہنامہ

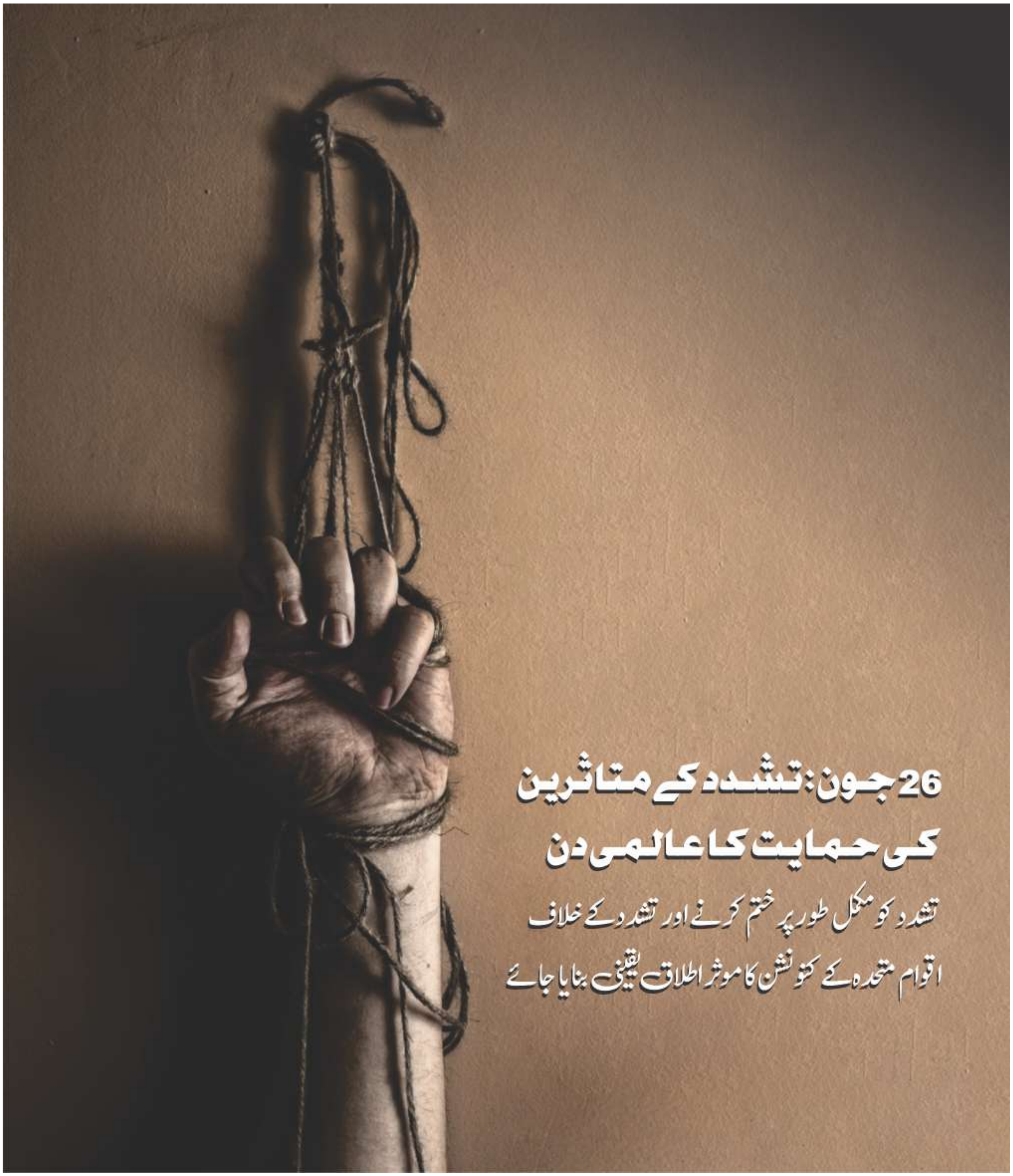
جہدِ حق

پاکستان کمیشن
برائے انسانی حقوق

HRCP

Registered No. CPL-13

جلد نمبر 33... شمارہ نمبر 07... جولائی 2025



☆انسانی حقوق کی خلاف ورزی کے واقعات کی رپورٹ

1-وقوعہ کیا تھا:								
2-وقوعہ کب ہوا؟	سال				مہینہ		تاریخ	
3-وقوعہ کہاں ہوا؟	گاؤں				محلّہ			
	ڈاک خانہ				تحصیل وضلع			
4- کیا وقوعہ کا مقامی رسم ورواج سے تعلق ہے	ہاں				نہیں			
5-وقوعہ کیسے ہوا؟ (مختصر تفصیل)								
6-وقوعہ کا ماضی کے کسی دوسرے واقعہ سے تعلق اور اس کی مختصر تفصیل								
7-وقوعہ کا شکار ہونے والے کے کوائف	نام			ولد/زوجہ		پیشہ		

8-وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے معاشی/سماجی حیثیت	بچہ/بچی	عورت/مرد	غریب/ان پڑھ	بوڑھا/بوڑھی	بیمار
	مخالف سیاسی کارکن	سماجی کارکن	اقلیتی فرقے کارکن	دیگر (تخصیص کریں)	

9-وقوعہ میں ملوث اشخاص کے کوائف:	نام	ولدیت/زوجیت	عہدہ	پیشہ
	-1			
	-2			
	-3			

10-وقوعہ کے ذمہ دار فرد/افراد کی معاشی/سماجی حیثیت	بڑا جاگیردار/زمیندار/بہت امیر آدمی	متوسط طبقے سے/غریب آدمی	بااثر صلاحیت/سیاسی اثر ورسوخ

11-وقوعہ کی پشت پناہی کرنے والے عناصر کے کوائف	نام اور ولدیت	عہدہ	پیشہ	پارٹی/ادارہ
	-1			
	-2			
	-3			

12-وقوعہ سے متعلقہ فریقین گواہان وغیر جانبدار افراد کے کوائف وموقف

وقوعہ سے تعلق	نام اور ولدیت	وقوعہ سے متاثر ہونے والے کے ساتھ تعلق/رشتہ داری	عہدہ	موقف
واقعہ سے متاثر				
واقعہ کا ذمہ دار				
چشم دید گواہ				
غیر جانبدار/پڑوسی				

13-اس قسم کے واقعات علاقہ میں کس قدر ظہور پذیر ہوتے رہتے ہیں	بہت زیادہ	اکثر اوقات	کبھی کبھار	کبھی نہیں
14-اس قسم کے واقعات اندازاً کتنی تعداد میں ہوتے ہیں	روزانہ	ماہانہ	سالانہ	
15-وقوعہ کے بارے میں HRCP نامہ نگار/اس کے ساتھ چھان بین کرنے والے/والوں کی رائے				

رپورٹ بھیجنے والے کے کوائف:	نام	پتہ: گاؤں/محلّہ	شہر/ضلع

انسانی حقوق کے عالمی منشور کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی؟

دستخط: ....

تاریخ: ....

نوٹ: اگر تفصیلات فارم پر نہ آسکیں تو نمبر لکھ کر سادے کاغذ پر تفصیل درج کریں

☆ تمام ساتھی جو انسانی حقوق کے حوالے سے رپورٹیں بھیجتے ہیں آئندہ اس فارم کی فوٹو کاپی پر کوائف پُر کرکے بھیجیں

ایچ آرسی پی مورو احتجاج کے واقعے کی عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کرتا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آرسی پی) نے سندھ کے ضلع نوشہرو فیروز کے علاقے مورو میں 20 مئی کو ہونے والے احتجاج کے دوران پیش آنے والے واقعات کی فوری اور آزادانہ عدالتی تحقیقات کا مطالبہ کیا ہے۔ ان واقعات میں پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپوں کے نتیجے میں دونوں جانب متعدد افراد کے زخمی ہونے اور مظاہرین کی ہلاکتوں کی بھی اطلاعات موصول ہوئی ہیں، جبکہ کئی گاڑیوں کو بھی لوٹ کر نذرِ آتش کر دیا گیا۔

ایچ آرسی پی کی فیکٹ فائنڈنگ ٹیم نے مورو کا دورہ کیا تاکہ دریائے سندھ میں سے نہریں نکالنے اور زرعی زمین کو کارپوریٹ فارمنگ کے لیے مختص کرنے کے خلاف قومی شاہراہ پر شروع ہونے والے مظاہروں کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کی چھان بین کی جا سکے۔ مقامی افراد، بشمول ہاری مزدور اتحاد کے ارکان، کی گواہیوں کے مطابق احتجاج پر امن تھا، جب تک پولیس نے طاقت کا استعمال نہیں کیا۔ احتجاج کے دوران عرفان لغاری نامی شخص شدید زخمی ہوا جو بعد ازاں حیدرآباد کے ایک اسپتال میں دم توڑ گیا۔ عرفان کے اہل خانہ کا مؤقف ہے کہ اس کا کسی قوم پرست جماعت سے تعلق نہیں تھا اور وہ پُرامن احتجاج کر رہا تھا۔

تصادم کے فوراً بعد، صوبائی وزیرِ داخلہ کی رہائش گاہ، لنجار ہاؤس کو آگ لگا دی گئی۔ زاہد لغاری کے اہل خانہ کے مطابق، اس گھر کے نجی سکیورٹی گارڈ جو بھاری اسلحے سے لیس تھے، نے فائرنگ کی۔ زاہد، جو احتجاج میں شامل نہیں تھا بلکہ ذاتی کام سے وہاں گیا ہوا تھا، مبینہ طور پر سر میں گولی لگنے سے جاں بحق ہو گیا۔ اس کی عمر 27 سال تھی اور اس کی اہلیہ اس وقت اپنے پہلے بچے کی ماں بننے والی ہے۔

ایچ آرسی پی کی ٹیم نے متاثرہ گاؤں گوٹھ بجارانی لغاری کا دورہ کیا اور جاں بحق افراد کے اہل خانہ، مقامی صحافیوں اور اساتذہ کے بیانات قلم بند کیے۔ ٹیم نے مورو تھانے میں پولیس حکام سے ملاقات کی کوشش کی، لیکن ایس ایچ او نے یہ کہہ کر تبصرہ کرنے سے انکار کر دیا کہ اس معاملے پر صرف سینئر سپرنٹنڈنٹ آف پولیس (ایس ایس پی) بات کر سکتے ہیں۔ تاہم، موبائل سروس معطل ہونے کے باعث ایس ایس پی سے رابطہ نہ ہو سکا۔ ٹیم نے لنجار ہاؤس کا بھی دورہ کیا، مگر وہاں کسی نے ان سے ملاقات پر آمادگی ظاہر نہ کی۔

مشن کو اطلاع دی گئی کہ مبینہ طور پر 400 سے زائد افراد کے خلاف جھوٹے فوجداری اور دہشت گردی کے مقدمات درج کیے گئے ہیں اور سیاسی کارکن سمیت درجنوں افراد کو یا تو گرفتار کیا گیا یا وہ لاپتا ہیں۔ کئی ایف آئی آرز مورو سے دور اضلاع، جیسے کہ شکارپور اور میرپور خاص میں درج کی گئی ہیں۔ لنجار ہاؤس کو نذرِ آتش کرنے کے مقدمے میں حزبِ اختلاف کے سینیئر رہنماؤں کو نامزد کیا گیا ہے۔ 20 مئی سے اب تک علاقے میں موبائل سروس بند ہے، اور پولیس کی نمایاں تعداد میں موجودگی نے مقامی آبادی میں خوف کی فضا پیدا کر دی ہے۔

چونکہ یہ واقعہ صوبائی وزیرِ داخلہ کے حلقے میں پیش آیا اور ایف آئی آرز میں ان کے سیاسی مخالفین کے نام شامل کیے گئے ہیں، ایچ آرسی پی پولیس کی زیرِ قیادت تحقیقات، جس کا اعلان سندھ کے انسپکٹر جنرل پولیس نے کیا تھا، کی غیر جانبداری پر سوال اٹھاتا ہے۔ ہم سندھ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فوری طور پر ایک آزاد عدالتی تحقیقات کا اعلان کرے تاکہ حقائق سامنے آسکیں، ذمہ داروں کا تعین کیا جا سکے اور تمام شہریوں کے حقوق کا تحفظ یقینی بنایا جا سکے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 06 جون 2025]

فہرست

ایچ آر سی پی محنت کشوں کے لیے کفافی اجرت کا مطالبہ کرتا ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کو اس امر پر تشویش ہے کہ 26-2025 کا وفاقی بجٹ ملک کے سب سے کمزور طبقوں کے معاشی اور سماجی حقوق پر شدید منفی اثرات مرتب کرے گا۔ آئی ایم ایف کی شرائط کے مطابق سخت کفایت شعاری پروگرام کے تحت اپنائے گئے بجٹ نے کم آمدنی والے طبقوں کو معاشی مشکلات سے تحفظ فراہم نہیں کیا جو پہلے ہی 2022 سے 2024 تک کے مہنگائی کے طویل بحران سے نبرد آزما ہیں۔

اگرچہ حکومت نے تنخواہ دار افراد کے لیے انکم ٹیکس کی شرحوں میں معمولی کمی کی ہے، لیکن یہ ریلیف محنت کش طبقے کے گھرانوں کی کمزور قوتِ خرید کو بہتر کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ زیادہ پریشان کن پیش رفت یہ ہے کہ وفاقی سطح پر کم از کم اجرت میں اضافہ نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے، جو کہ 37,000 روپے ماہانہ ہے یہ ایسی رقم ہے جو چھ افراد پر مشتمل خاندان کے بنیادی اخراجات پورا کرنے کے لیے ناکافی ہے۔ یہاں تک کہ پنجاب اور خیبر پختونخوا جیسے صوبوں میں، جہاں کم از کم اجرت 40,000 روپے تک بڑھا دی گئی ہے، وہاں یہ اضافہ حقیقی آمدنی میں مہنگائی کی وجہ سے ہونے والے نقصانات کی تلافی نہیں کرتا۔ مزید برآں، کم از کم اجرت کا عملی اطلاق بدستور غیر مؤثر ہے، سندھ میں 80 فیصد صنعتیں مبینہ طور پر کم از کم اجرت کے قوانین کی تعمیل نہیں کر رہیں اور یہی رجحان ملک بھر میں نظر آتا ہے۔

کلیدی سماجی شعبوں کے لیے مختص بجٹ — صحت (جی ڈی پی کا 0.96 فیصد)، تعلیم (1.06 فیصد)، اور سماجی تحفظ (1.1 فیصد) بین الاقوامی معیارات پر پورا نہیں اترتا اور ان شعبوں میں خطے کے دیگر ممالک کے بجٹ سے بھی کم ہے۔ اس کے برعکس، ہندوستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش جیسے ممالک ان بنیادی سہولیات پر ہم سے کہیں زیادہ خرچ کرتے ہیں۔

آج ایچ آر سی پی کی جانب سے منعقد کی گئی ایک پریس کانفرنس کے دوران ماہرِ معیشت ڈاکٹر فہد علی نے نشاندہی کی کہ ایسے وقت میں جب پاکستان کی 45 فیصد آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہی ہے اور 88 فیصد افراد کی ماہانہ آمدن 75 ہزار روپے، جو ایچ آر سی پی کے مطابق ایک معقول کفافی اجرت یعنی لِوِنگ ویج ہے، سے بھی کم ہے، یہ بجٹ سماجی انصاف اور انسانی وقار کے ساتھ تشویشناک حد تک عدم وابستگی کو ظاہر کرتا ہے۔

ایچ آر سی پی کے سیکرٹری جنرل حارث خلیق نے کہا کہ انہیں یہ جان کر شدید مایوسی ہوئی ہے کہ وزیرِ خزانہ نے اراکین پارلیمان کی تنخواہوں میں تو بے حد اور غیر متناسب اضافے کا اعلان کیا ہے مگر کم از کم اجرت میں اضافہ نہیں کیا۔

ایچ آر سی پی پنجاب کے وائس چیئر راجہ اشرف نے کہا کہ صحت اور تعلیم کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری ہے، جبکہ ایچ آر سی پی کی سینئر مینیجر فیروزہ بتول نے نشاندہی کی کہ غریب دشمن بجٹ سے عورتیں غیر متناسب طور پر متاثر ہوتی ہیں۔ ایچ آر سی پی کے خزانچی حسین نقی نے کہا کہ بجٹ منظور کرنے سے پہلے اس معاملے پر مفصل بحث ہونی چاہیے تھی کہ بجٹ عام شہریوں کے معاشی اور سماجی حقوق پر کیا اثرات مرتب کرے گا۔

ایچ آر سی پی وفاقی اور صوبائی حکومتوں پر زور دیتا ہے کہ وہ اپنی مالی ترجیحات پر نظر ثانی کریں اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ معاشی بحالی کے منصوبے پاکستان کے سب سے پسماندہ لوگوں کے حقوق اور ضروریات کو خاص طور پر مدنظر رکھیں۔ صحت عامہ، تعلیم اور بامعنی سماجی تحفظ کے شعبوں میں مناسب وسائل مختص کیے بغیر، مساوی شہریت کا وعدہ لاکھوں لوگوں کے لیے کھوکھلا ہی رہے گا۔ باوقار زندگی کے حق کو مالی بندشوں کے تابع نہیں کیا جا سکتا۔ اس حق کو مقدم حیثیت حاصل ہے۔

[پریس ریلیز۔ لاہور۔ 18 جون 2025]

سندھ میں شہری آزادیوں اور امن و امان کی بگڑتی صورتحال باعثِ تشویش ہے

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) کی سالانہ رپورٹ 'انسانی حقوق کی صورتحال 2024' میں جمہوریت کی شدید تنزلی کی نشاندہی کی گئی ہے، جس کی علامات میں عام انتخابات کی شفافیت پر سنگین سوالات، اختلافِ رائے پر سخت پابندیاں، اور بڑھتی ہوئی شدت پسندی شامل ہے۔ آج ایک پریس کانفرنس میں ایچ آر سی پی کے عہدیداروں نے صوبے میں بگڑتی ہوئی امن و امان کی صورتحال، ماورائے عدالت قتل اور صنفی بنیادوں پر تشدد پر شدید تشویش کا اظہار کیا ہے۔

میرپورخاص میں ڈاکٹر شاہ نواز کنبھر، جن پر توہینِ مذہب کا الزام تھا، کا دورانِ حراست قتل توہینِ مذہب کے قوانین کے غلط استعمال اور ماورائے عدالت قتل کا ارتکاب کرنے والوں کو حاصل سزا سے استثنا میں خطرناک اضافہ کی عکاسی کرتا ہے۔ کراچی میں سول سوسائٹی کی جانب سے ڈاکٹر کنبھر کے قتل کے خلاف نکالی گئی پرامن رواداری مارچ پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا پرتشدد اور غیر متناسب ردعمل اختلافِ رائے اور اظہارِ رائے کی کم ہوتی گنجائش کی نشاندہی کرتا ہے۔

ایچ آر سی پی کو اس بات پر شدید تشویش ہے کہ 2024 میں سندھ میں سیاسی کارکنوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کی جبری گمشدگیاں بلاتعطل جاری رہیں۔ قوم پرست کارکن ہدایت لوہار، جنہیں پہلے قانون نافذ کرنے والے اداروں نے حراست میں لیا اور بعدازاں رہا کر دیا تھا، کو ضلع قمبر شہدادکوٹ میں ان کے گھر کے قریب قتل کر دیا گیا۔ ایچ آر سی پی کے چیئرپرسن کو بھی ان کے انسانی حقوق سے متعلق کام کی بنیاد پر پولیس نے بلاجواز حراست میں رکھا اور ان سے پوچھ گچھ کی۔ رپورٹ میں یہ بھی نشاندہی کی گئی ہے کہ سندھ میں عام انتخابات میں سیاسی مداخلت کے الزامات سامنے آئے۔ انتخابات سے پہلے اور بعد میں سندھ ہائی کورٹ میں متعدد انتخابی پٹیشنز دائر کی گئیں، خاص طور پر پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے آزاد امیدواروں کی جانب سے۔ تاہم اقلیتی نمائندے انتھونی نوید کا بطور ڈپٹی اسپیکر سندھ اسمبلی انتخاب کو ایک مثبت پیش رفت کے طور پر دیکھا گیا۔

حکومتی کوششوں کے باوجود سندھ میں 2024 کے دوران جرائم کی شرح میں 2023 کے مقابلے میں اضافہ ریکارڈ کیا گیا، جس کی تصدیق سندھ پولیس کے اعداد و شمار سے ہوتی ہے۔ شدت پسندی کے واقعات بھی

جاری رہے، جن میں ایک حملہ، جس کی ذمہ داری کالعدم بلوچ لبریشن آرمی نے قبول کی، کراچی میں ہوا جس میں دو چینی شہری اور ایک پاکستانی ہلاک ہوا۔

سال بھر کمزور طبقات کے خلاف تشدد اور امتیازی سلوک کی اطلاعات موصول ہوتی رہیں۔ خواتین غیرت کے نام پر تشدد کا شکار رہیں اور کم از کم 134 واقعات رپورٹ ہوئے۔ ایک واقعے میں کراچی میں 100 سے زائد افراد نے متجنس افراد پر حملہ کیا اور انہیں جسمانی و جنسی تشدد کی دھمکیاں دیں۔ پناہ گزینوں کی صورتحال بھی تشویشناک رہی، سندھ اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی جس میں تمام 'غیر قانونی مہاجرین' کو صوبے سے نکالنے کا مطالبہ کیا گیا، تاہم افغان مہاجرین کی ملک بدری کے معاملے پر سندھ کی سول سوسائٹی منقسم رہی۔

وفاقی حکومت کی جانب سے چھ نہریں تعمیر کرنے کے منصوبے، جس کا زیادہ فائدہ پنجاب کو ہونا تھا، پر سندھ سے مشاورت کے بغیر عملدرآمد کے خلاف بڑے پیمانے پر احتجاج ہوئے۔ اس فیصلے نے سندھ میں پانی کی تقسیم پر بین الصوبائی شکایات کو ہوا دی اور دریائے سندھ سے جڑی ماحولیاتی اور زرعی پائیداری کے لیے خطرہ پیدا کر دیا۔ صوبہ شدید گرمی کی لہر اور مون سون کی تباہ کن بارشوں کا بھی شکار رہا، جس کے نتیجے میں بنیادی ڈھانچے کو نقصان پہنچا اور متعدد اضلاع میں لوگ بے گھر ہوئے۔

[پریس ریلیز-لاہور-24 جون 2025]

خیبر پختونخوا میں قانون کی عملداری کمزور رہی-ایچ آر سی پی کی سالانہ رپورٹ 2024

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق (ایچ آر سی پی) نے آج ایک پریس کانفرنس کے دوران انسانی حقوق کی صورت حال سے متعلق اپنی سالانہ رپورٹ برائے 2024 جاری کی۔ رپورٹ کے مطابق ملک میں جمہوری معیار میں نمایاں کمی دیکھنے میں آئی، جس کی بنیادی وجہ عام انتخابات کی شفافیت پر بڑھتے ہوئے خدشات اور پارلیمانی نظام کی کمزوری ہے۔

رپورٹ کے مطابق خیبر پختونخوا میں 2024 کے دوران شدت پسندی کے باعث عام شہریوں، قانون نافذ کرنے والے اداروں اور سیکیورٹی فورسز کو بھاری جانی نقصان اٹھانا پڑا، جو اس خطے کی بگڑتی ہوئی سیکیورٹی صورت حال کی عکاسی کرتا ہے۔ کرم میں فرقہ وارانہ تشدد اور قبائلی دشمنیوں کے نتیجے میں تقریباً 250 ہلاکتیں ہوئیں، جبکہ سڑکوں اور رسد کی بندش نے انسانی بحران کو جنم دیا۔

جمہوری حکمرانی، شہری آزادیوں اور امن وامان کی بگڑتی صورت حال نے خطے کے سیاسی اور سماجی استحکام پر سنگین سوالات کھڑے کیے ہیں۔ تاہم 2024 کے انتخابات میں خواتین کی بڑھتی ہوئی شرکت کو سیاسی شمولیت کی جانب ایک حوصلہ افزا قدم قرار دیا گیا ہے۔

صوبائی پولیس کے اعداد و شمار کے مطابق توہین مذہب کے الزام میں 77 افراد کے خلاف مقدمات درج کیے گئے اور 49 افراد کو گرفتار کیا گیا، جن میں ایک خاتون بھی شامل ہے۔ تاہم، سوات میں ایک سیاح کا توہین مذہب کے الزام میں ہجوم کے ہاتھوں بہیمانہ تشدد کا نشانہ بننے کا واقعہ ملک بھر میں بڑھتے ہوئے ہجوم کے تشدد کے رجحان کی سنگینی کو ظاہر کرتا ہے۔

قومی جرگے سے قبل پشتون تحفظ موومنٹ (پی ٹی ایم) پر عائد پابندی نے شہری آزادیوں کو مزید محدود کیا۔ رپورٹ میں سرکاری اعداد و شمار کی بنیاد پر صوبے سے جبری گمشدگیوں کے کم از کم 105 نئے کیسز درج کیے گئے، جن پر عدلیہ کو بار بار مداخلت کرنا پڑی۔ طورخم بارڈر کے دوبارہ کھلنے سے نقل و حرکت میں کچھ بہتری آئی، لیکن مقامی سطح پر پابندیاں اور احتجاج جاری رہے۔

قانون سازی کی رفتار سست رہی اور صرف 30 بل پیش کیے گئے جن میں سے 21 منظور ہوئے۔ عدلیہ پر دباؤ برقرار رہا، پشاور ہائی کورٹ میں 23 ہزار سے زائد مقدمات زیر التوا ہیں جبکہ مجموعی طور پر 38 ہزار سے زائد مقدمات زیر التوا ہیں، جن میں متعدد توہین عدالت سے متعلق ہیں اور ان میں سیاسی و پولیس شخصیات فریق ہیں۔

رپورٹ میں صنفی بنیاد پر تشدد کے مستقل رجحان کو اجاگر کیا گیا ہے، جس میں گھریلو تشدد، جنسی حملوں اور غیرت کے نام پر قتل کے سیکڑوں واقعات شامل ہیں۔ بچوں کے خلاف تشدد میں بھی اضافہ دیکھنے میں آیا، جن میں درجنوں نابالغ بچوں کا قتل، بدسلوکی یا جنسی استحصال شامل ہے، جو بچوں کے تحفظ کے نظام میں موجود سنگین خامیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ خیبر پختونخوا وفاقی حکومت کے 'غیر قانونی غیر ملکیوں کی واپسی کے منصوبے' کے تحت افغان مہاجرین کی جبری بے دخلی کی ایک اہم گزرگاہ رہا۔

محنت کشوں کے حقوق کی خلاف ورزیاں بلا تعطل جاری رہیں۔ کم از کم 26 کان کن خطرناک حالاتِ کار اور شدت پسند حملوں کے باعث جاں بحق ہوئے، جو معدنیات نکالنے والی صنعتوں میں کام کرنے والے مزدوروں کو درپیش خطرات کی عکاسی کرتا ہے۔ شدت پسندوں نے اغوا کی متعدد وارداتوں میں 30 سے زائد مزدوروں کو مختلف واقعات میں اغوا کیا۔ کم از کم اجرت بڑھانے کے صوبائی وعدوں کے باوجود مختلف شعبوں میں اجرت سے متعلق مسائل برقرار رہے۔

ماحولیاتی مسائل میں بھی اضافہ ہوا۔ شدید بارشوں اور سیلاب کے نتیجے میں 100 سے زائد افراد جاں بحق ہوئے، جبکہ پشاور دنیا کے آلودہ ترین شہروں میں شامل رہا۔

[پریس ریلیز-پشاور-30 جون 2025]

ہم صدائے حق کے ہم نوا ہیں

حارث خلیق

میں ایک عرصے سے فن اور طاقت کے باہمی تعلق پر غور کرتا رہا ہوں۔ ہر نیا واقعہ — چاہے وہ ملک میں ہو یا بیرون ملک — جو طاقت کے استعمال کو ظاہر کرتا ہے، چاہے وہ سماجی ونفسیاتی جبر ہو یا کھلی جسمانی قوت، نئے سوالات کو جنم دیتا ہے۔

شاعر، مصور، موسیقار، ادیب — تمام اقسام کے فنکار صدیوں سے طاقت کو چیلنج کرتے، اس کی مزاحمت کرتے اور اسے زیر کرتے آئے ہیں۔ فلم سازی کے فن کے فروغ کے بعد بہت سے فلم سازوں نے بھی اس رشتے کو کھنگالا ہے۔ تاہم، ہر فنکار طاقت کو چیلنج نہیں کرتا۔

یہاں مجھے اگر درست یاد ہو تو ایرانی مفکر اور دانشور علی شریعتی کی ایک بات یاد آتی ہے جو انہوں نے نہایت خوبی سے بیان کی۔ وہ امام علیؑ کے ارشادات سے ایک تصور اخذ کرتے ہیں اور انسانوں کو تین طبقات میں تقسیم کرتے ہیں: مستکبرین (طاقتور اور دولت مند)، مستضعفین (کمزور اور محروم) اور اہل الیاقۃ (علم اور مہارت رکھنے والے)۔ اہلِ علم و ہنر کی اکثریت اپنا علم اور اپنی مہارت اُن لوگوں کی طاقت اور دولت بڑھانے میں لگا دیتی ہے جو پہلے ہی سے طاقتور اور مالدار ہیں۔

شاید ایسا کر کے وہ خود کو اسی بالا دست طبقے کا حصہ بنانے کی خواہش پوری کرتے ہیں جو سماجی اثر ورسوخ رکھتا ہے اور سیاسی طاقت پر قابض ہے۔ لیکن جیسا کہ امامؑ نے فرمایا، اہلِ علم و ہنر کو چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتیں محروم اور کمزور طبقے کو اٹھانے میں استعمال کریں، تا کہ اقتدار کے موجودہ ڈھانچے کو الٹایا جا سکے اور برابری، انصاف اور اصول پر مبنی نظام قائم ہو۔

ہمارے خطے میں طاقت کے خلاف کھڑے ہونے اور ظلم واستحصال کے خلاف آواز بلند کرنے کی ایک بھرپور تاریخ موجود ہے۔ کئی شخصیات نے صدیوں تک مزاحمت کی شمع جلائے رکھی۔ تاہم، جدید دور میں زیادہ منظم اور اجتماعی سطح پر ردِعمل اس وقت سامنے آیا جب خطے میں مارکسزم کے اثرات پہنچے اور 1930 اور 1940 کی دہائیوں میں ترقی پسند مصنفین کی تحریک اور ترقی پسند مصنفین کی ایسوسی ایشن قائم ہوئیں۔

گزشتہ چند دہائیوں میں جو بڑے نقصانات ہوئے ہیں ان میں سب سے نمایاں ایک عالمی تناظر کا زوال اور فنکاروں کا محنت کش طبقے سے تعلق ختم ہو جانا ہے۔ اس کے مقابلے میں، سماجی حقیقت نگاری کو ادب کی واحد قابلِ قبول شکل نہ سمجھنے کا جزوی فائدہ نہایت معمولی ہے۔

یہاں مجھے اگر درست یاد ہو تو ایرانی مفکر اور دانشور علی شریعتی کی ایک بات یاد آتی ہے جو انہوں نے نہایت خوبی سے بیان کی۔ وہ امام علیؑ کے ارشادات سے ایک تصور اخذ کرتے ہیں اور انسانوں کو تین طبقات میں تقسیم کرتے ہیں: مستکبرین (طاقتور اور دولت مند)، مستضعفین (کمزور اور محروم) اور اہل الیاقۃ (علم اور مہارت رکھنے والے)۔ اہلِ علم و ہنر کی اکثریت اپنا علم اور اپنی مہارت اُن لوگوں کی طاقت اور دولت بڑھانے میں لگا دیتی ہے جو پہلے ہی سے طاقتور اور مالدار ہیں۔ شاید ایسا کر کے وہ خود کو اسی بالا دست طبقے کا حصہ بنانے کی خواہش پوری کرتے ہیں جو سماجی اثر ورسوخ رکھتا ہے اور سیاسی طاقت پر قابض ہے۔ لیکن جیسا کہ امامؑ نے فرمایا، اہلِ علم و ہنر کو چاہیے کہ وہ اپنی صلاحیتیں محروم اور کمزور طبقے کو اٹھانے میں استعمال کریں، تا کہ اقتدار کے موجودہ ڈھانچے کو الٹایا جا سکے اور برابری، انصاف اور اصول پر مبنی نظام قائم ہو۔

یہ تسلیم کرنا ضروری ہے کہ ایسے بہت سے ادیب بھی تھے جو ترقی پسند تحریک یا تنظیم کا حصہ نہیں بنے، لیکن انہوں نے اپنے طور پر طاقت کے خلاف لکھا، اور وہ بھی اُس وقت جب تحریک اپنی بلندی پر تھی۔ اس کے باوجود، ترقی پسند تحریک نے دنیا کے مختلف اور اکثر غیر معروف حصوں میں جاری آزادی و انصاف کی جدوجہد کو عالمی سطح پر متعارف کروانے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس تحریک کا مقصد دنیا کے مظلوموں اور محنت کشوں کو ایک دوسرے سے جوڑنا تھا، قطع نظر اس کے کہ وہ کس براعظم میں بستے ہیں۔ یہ انسانیت کو ایک اکائی کے طور پر دیکھنے اور برتنے کا ایک سنجیدہ خواب تھا۔ اس نے ادیب، فنکار، مزدور، کسان، صحافی اور طالب علم کے درمیان ایک ایسا تعلق قائم کیا جو مظلوموں کو آواز دے اور پس منظر میں رہنے والوں کو منظرِ عام پر لائے۔

لیکن آج، جب ترقی پسند مصنفین کی تحریک کمزور ہو چکی ہے، نہ صرف انصاف کے عالمی تصور میں کمی آئی ہے بلکہ فنکاروں اور مزدوروں کے درمیان وہ تعلق بھی ٹوٹ چکا ہے — یہاں بھی اور دنیا بھر میں بھی۔

اس زوال کا ایک معمولی مثبت پہلو یہ ہے کہ اب سماجی حقیقت نگاری کو بائیں بازو والوں کی جانب سے فن کا واحد درست سیاسی اظہار قرار نہیں دیا جاتا۔ لیکن جیسا کہ ذکر ہوا، ایک عالمی نقطہ نظر کا خاتمہ اور فن ومحنت کے مابین رشتہ ٹوٹ جانا وہ بنیادی نقصان ہیں جو ہر چھوٹے فائدے پر بھاری ہیں۔

ماضی کو واپس نہیں لایا جا سکتا، مگر ایک نئی ابتدا ضرور کی جا سکتی ہے۔ ایسی ابتدا، جس میں ہمارے فنکار اور ادیب عوامی جدوجہد سے جڑیں اور انسانیت کو درپیش وجودی، سماجی اور سیاسی مسائل کو سمجھیں۔ اظہار کا طریقہ ہر فنکار کا ذاتی انتخاب ہے۔

اب ہم اس بات پر آئیں کہ ہم مقامی جدوجہد کو عالمی جدوجہد سے جوڑنے میں کیوں ناکام ہو گئے ہیں — یعنی بین الاقوامیت کا زوال۔ امریکی رہنما مارٹن لوتھر کنگ جونیئر کا مشہور قول ہے: 'کہیں بھی ناانصافی، ہر جگہ انصاف کے لیے خطرہ ہے۔' لیکن ہمارے ترقی پسند مصنفین تو اس سے بھی پہلے انسانیت کے لیے جذباتی طور پر وقف تھے۔ اسی لیے ہم سردار جعفری کو کوریا پر لکھتے دیکھتے ہیں، فیض احمد فیض ایران اور فلسطین پر لکھتے ہیں، اور دیگر کئی ادیب دنیا کے ہر حصے میں انسانوں پر ہونے والے ظلم کو عالمی سطح پر محسوس کرتے اور بیان کرتے ہیں — چاہے وہ ویتنام ہو یا چلی۔

ابن انشا سے لے کر زاہدہ حنا تک، کئی ادیبوں نے ایسی نظم ونثر تخلیق کی جو ان خطوں کے بارے میں ہے جو ہم سے بہت دور ہیں، لیکن جہاں ہمارے جیسے انسان فاقوں، جنگوں، قحط یا نیوکلیئر سانحات جیسے مسائل کے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ مگر آج یہ رجحان کمزور پڑ چکا ہے۔

اگر مارکسی اصطلاحات کی زبان میں بات کریں، تو سرمایہ اور منافع کا ارتکاز بدستور جاری ہے، جب کہ مزدوروں اور قومی سطح کی مزاحمتوں کو منتشر کیا جا رہا ہے۔ اس صورتِ حال کو صرف وہی تخلیقی فنکار پلٹ سکتے ہیں جو طاقت کے خلاف مزاحمت کا علم بلند کرتے ہیں۔

فنکاروں کو چاہیے کہ وہ بغیر کسی امتیاز کے، دنیا کے کسی بھی حصے میں حقوق کے لیے اٹھنے والی آوازوں کا ساتھ دیں۔ زمین سے جڑنا جتنا ضروری ہے، اتنا ہی ضروری یہ ہے کہ فنکار ایک تناور درخت کی مانند اپنی شاخیں آسمان تک پھیلائے اور اس دھرتی پر اپنی اتنی چھاؤں بکھیرے، جتنی ایک گھنے درخت کی ہو سکتی ہے۔ (بشکریہ ڈان)

وفاقی اور صوبائی بجٹ 26-2025

1۔کُل ٹیکس محصولات میں بالواسطہ ٹیکسوں کا حصہ

ملک	بلاواسطہ ٹیکس	بالواسطہ ٹیکس	کُل محصولات	بالواسطہ ٹیکس کا تناسب
پاکستان (پاکستانی روپے)	6,902	7,229	14,131	51فیصد
پی ڈی ایل کے ساتھ	6,902	8,697	15,599	56فیصد
انڈیا (ہندوستانی روپے)	25,200	17,502	42,702	41فیصد
بنگلادیش (ٹکا)	1,820	3,170	4,990	64فیصد

کُل ٹیکس آمدن میں بالواسطہ ٹیکسوں کے تناسب کا سلسلہ وار ڈیٹا (ارب روپے میں)

ملک	22-2021	23-2022	24-2023	25-2024	26-2025
بلاواسطہ ٹیکس	2,182	3,039	4,255	5,512	6,902
بالواسطہ ٹیکس	4,257	5,286	6,029	8,739	8,697
کُل	6,439	8,325	10,248	14,251	15,599
بالواسطہ ٹیکس کا تناسب	66فیصد	63فیصد	59فیصد	61فیصد	56فیصد

2۔پٹرولیم ڈیولپمنٹ لیوی (پی ڈی ایل)

اس سال پی ڈی ایل (پٹرولیم ڈویلپمنٹ لیوی) 1,468 ارب روپے ہے۔ یہ 100 روپے فی لیٹر تک پہنچ گئی ہے۔حکومت اسے بڑھاتی جارہی ہے کیونکہ یہ قابل تقسیم محاصل (Divisible Pool) سے باہر ہے۔اسے قابل تقسیم محاصل میں شامل کیا جانا چاہیے تاکہ صوبوں کو اس بالواسطہ ٹیکس سے اپنا جائز حصہ مل سکے۔

بالواسطہ ٹیکسوں میں پیٹرولیم ڈویلپمنٹ لیوی کا تناسب

ملک	22-2021	23-2022	24-2023	25-2024	26-2025
پی ڈی ایل (ارب)	610	855	869	1,281	1,468
بالواسطہ ٹیکسوں کا تناسب	16.7 فیصد	19.3 فیصد	16.8 فیصد	17.2 فیصد	20.3 فیصد

آئین کے آرٹیکل 160 کے تحت صدر کے حکم کی متعلقہ شق کے مطابق، قابل تقسیم محاصل میں (دیگر اشیاء کے ساتھ) درآمدات، برآمدات، پیداوار، تیاری یا کھپت شدہ اشیاء کی خرید وفروخت پر عائد ٹیکس شامل ہیں۔

3۔دفاعی اخراجات (2025-26)

	26-2025 (ارب روپے)
دفاعی امور وخدمات	2,550
پنشنز (742 + 45 پنشن میں اضافے میں دفاعی شعبہ کا حصہ)	787
سول مسلح افواج	274
داخلہ ڈویژن کے دیگر اخراجات	21
ایٹمی توانائی کمیشن	20
پاکستان نیوکلیئر ریگولیٹری اتھارٹی	3
دفاع اور دفاعی پیداوار ڈویژن	15
جیالوجیکل سروے آف پاکستان	1
میری ٹائم افیئرز ڈویژن	2
وفاقی پی ایس ڈی پی	24
کُل	**3,697**

کُل دفاعی اخراجات کم از کم 3,700 ارب روپے ہیں، جو کہ وفاقی حکومت کے صوبوں کو دیے جانے کے بعد باقی بچنے والے کُل ٹیکس و نان ٹیکس محصولات کا 33 فیصد بنتے ہیں۔

اس کے مقابلے میں سول حکومت کے اخراجات 1,238 ارب روپے (971 + 267) ہیں، جو دفاعی اخراجات کا صرف 33 فیصد بنتے ہیں۔

4۔تنخواہوں میں اضافے کا مہنگائی پر اثر

حکومت نے سول و فوجی ملازمین کی تنخواہوں میں 10% اضافہ کیا ہے۔ مسلح افواج کی اضافی تنخواہ میں بھی اضافہ کیا گیا ہے: فوجی افسران کو بنیادی تنخواہ کا 50 فیصد بطور خصوصی ریلیف الاؤنس، اور اہلکاروں کو بنیادی تنخواہ کا 20 فیصد بطور خصوصی ریلیف الاؤنس دیا گیا ہے۔

یہ اضافہ کئی مسائل پیدا کرتا ہے۔

- جب مسلح افواج کو خصوصی الاؤنس ملتا ہے تو دیگر شعبے بھی ویسا ہی مطالبہ کرتے ہیں۔
- چونکہ یہ اضافہ محنت کی پیداواری صلاحیت میں اضافے کے بغیر کیا گیا ہے، اس لیے یا تو بے روزگاری بڑھے گی یا مہنگائی۔

محنت کشوں کی اجرت بڑھانے کے لیے پیداواری صلاحیت میں اضافہ ضروری ہے۔ بصورت دیگر، نتیجاً ہم تنخواہیں بڑھا کر قوت خرید کو کم کر دیتے ہیں۔

5۔کم از کم اجرت

مہنگائی کی وجہ سے وہ اجرت جس پر ایک خاندان زندہ رہ سکتا ہے، وہ اس اجرت سے بھی زیادہ ہوچکی ہے جو کہ آج کا آجر دینے کے قابل ہے۔ یوں ایک طرف مزدور شکایت کرتے ہیں کہ ان کا گزارہ نہیں ہو رہا، اور دوسری طرف آجر اپنے پے رول (ملازمین کی تعداد) کم کرنے کے طریقے تلاش کر رہے ہیں۔کم از کم اجرت میں اضافہ اس مسئلے کو مزید سنگین بنادے گا۔

پاکستان میں ہنرمند اور غیر ہنرمند مزدوروں کی حقیقی اجرت وقت کے ساتھ کم ہوئی ہے۔کم از کم اجرت کی اصل قدر بھی مسلسل گھٹتی جارہی ہے۔

	غیر ہنرمند مزدور کی اجرت	مستری کی اجرت	کم از کم اجرت	گندم کا آٹا فی کلو	کلوگرام میں غیر ہنرمند مزدور کی اجرت	کلوگرام میں مستری کی اجرت	کلوگرام میں کم از کم اجرت
08-2007	300	557	6,000	16.1	18.7	34.7	372.6
23-2022	1,500	2,000	32,000	90.0	16.7	22.2	355.5

6۔پنشنز

پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ، مالی سال 26-2025 میں وفاقی سرکاری ملازمین کی پنشنز کا حجم وفاقی ترقیاتی بجٹ سے بڑھ جائے گا۔

دو عام غلط فہمیاں:

- پنشنز ملازمین کی تنخواہوں سے کٹوتی کرکے ادا کی جاتی ہیں، حالانکہ ریٹائر ہونے والے ملازمین نے پنشن کے لیے کسی قسم کی کوئی شراکت نہیں کی ہوتی۔
- پنشنز ملتوی شدہ تنخواہیں ہیں۔ایک عام سرکاری ملازم کو نجی شعبے کے ہم منصب کے مقابلے میں زیادہ تنخواہ دی جاتی ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں پنشن کے اخراجات میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، اور جب تک اس نظام میں بنیادی اصلاحات نہیں کی جاتیں، یہ بڑھتے رہیں گے۔

مالی سال 26-2025 کے بجٹ کو پنشن نظام میں بنیادی اصلاحات لانا چاہیے تھیں۔

- فوجی پنشنز میں بھی اصلاحات کی جائیں، کیونکہ یہ کل پنشنز کا 79 فیصد ہیں۔
- پنشن کا حساب گزشتہ پانچ سال کی اوسط تنخواہ کی بنیاد پر کیا جائے۔
- پنشن کی حد سول سروس کی زیادہ سے زیادہ تنخواہ کا 50 فیصد رکھی جائے (بھارت میں ایسا نظام موجود ہے)۔
- قبل از وقت ریٹائرمنٹ پر جرمانہ سخت کیا جائے۔
- بارہ سال بعد یکمشت پنشن کی بحالی کا سلسلہ ختم کیا جائے۔
- موجودہ ملازمین کو بھی شراکتی پنشن اسکیم میں شامل کیا جائے۔
- مستقبل کی بھرتیوں کے لیے پنشن نظام کو متعین فائدہ سے متعین شراکت کی طرف منتقل کیا جائے۔

7۔ آبادی پر قابو پانا

پاکستان کی آبادی 2.1 فیصد سالانہ کی رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ بھارت میں یہ شرح 0.9 فیصد اور بنگلا دیش میں 1.2 فیصد ہے۔ پاکستان میں شرحِ پیدائش تقریباً 4 ہے، جو کہ آبادی کے استحکام کی سطح یعنی 2.1 کے مقابلے میں دوگنا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کی آبادی تقریباً 33 برس میں دوگنا ہو کر 51 کروڑ 40 لاکھ تک پہنچ جائے گی۔

بجٹ میں آبادی پر قابو پانے کے لیے مختص رقم درج ذیل ہے:

- وفاق – کوئی نہیں (وزیر خزانہ کی تقریر میں اس حوالے سے ایک لفظ بھی نہیں کہا گیا)
- پنجاب–11.1 ارب روپے
- سندھ–8.3 ارب روپے
- خیبر پختونخوا–5.5 ارب روپے
- بلوچستان–2.4 ارب روپے
- کُل–27.3 ارب روپے

یہ کل 40.8 ملین گھرانوں کے لیے سالانہ فی گھرانہ صرف 670 روپے بنتی ہے، جبکہ یہ ملک کا سب سے بڑا اور وجودی مسئلہ ہے۔

8۔ سماجی شعبے کے لیے بجٹ

سماجی شعبے کے لیے بجٹ 2025-26 (ارب روپے)

	وفاق	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان	کُل
صحت	31.9	630.5	320.5	276.5	57.1	1,316.5
تعلیم	112.7	811.8	553.4	413.1	126.6	2,017.6
کُل	144.6	1,442.3	873.9	689.6	183.7	3,334.1
کُل اخراجات	17,573.0	5,335.0	3,721.0	1,962.0	930.2	29,521.2
کُل اخراجات تناسب	0.82 فیصد	27.0 فیصد	23.5 فیصد	35.1 فیصد	19.7 فیصد	11.2 فیصد

یوں فی گھرانہ، تعلیم کے لیے یہ رقم ماہانہ 2,689 روپے اور صحت کے لیے 4,121 روپے بنتی ہے۔ کل ملا کر یہ فی گھرانہ 6,810 روپے ماہانہ بنتی ہے۔

وفاقی اخراجات میں تعلیم وصحت کے لیے مختص رقم کا تناسب

	22-2021	23-2022	24-2023	25-2024	26-2025
تعلیم اور صحت	120.4	110.1	121.3	132.0	144.6
کُل اخراجات	10,262	13,768	14,485	18,877	17,573
کُل بجٹ میں صحت اور تعلیم کا تناسب	30.6 فیصد	33.6 فیصد	24.5 فیصد	22.2 فیصد	27.0 فیصد

9۔ تکنیکی و پیشہ ورانہ تربیت

تکنیکی اور پیشہ ورانہ تربیت کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

- معیشت کی ترقی اور بیرونی سرمایہ کاری کے لیے ہنرمند افرادی قوت ناگزیر ہے۔
- ہر سال اسکولوں سے فارغ ہونے والے تقریباً 30 لاکھ افراد کے لیے یہ واحد شعبہ ہے جو روزگار فراہم کر سکتا ہے۔
- پیشہ ورانہ یا لبرل تعلیم کی طلب محدود ہے، لیکن تکنیکی و پیشہ ورانہ تربیت کی طلب موجود ہے۔

	وفاق	پنجاب	سندھ	خیبر پختونخوا	بلوچستان	کُل
تکنیکی و پیشہ ورانہ تربیت	1.14	12.7	1.0	4.0	1.26	20.1

آبادی پر قابو پانے، صحت، تعلیم، اور تکنیکی و پیشہ ورانہ تعلیم سے متعلق مجموعی اخراجات دفاعی بجٹ سے 316 ارب روپے کم ہیں۔

کم عمری کی شادی کے خلاف بل اور علماء کے ماتھے کے بل

سعدیہ مظہر

پاکستان کی قومی اسمبلی سے حال ہی میں منظور ہونے والے ایک بل نے کئی دلوں کو سکون دیا، خاص طور پر ان والدین، لڑکیوں اور انسانی حقوق کے کارکنوں کو جو برسوں سے کم عمری کی شادی کے خلاف آواز اٹھا رہے تھے۔

کم عمری کی شادی کے خلاف یہ بل ابھی صرف شہر اقتدار میں ہی قانون بن کر لاگو ہو گا لیکن کم از کم بچیوں کے حقوق کے تحفظ کی شروعات تو ہوئیں۔ اس بل کے تحت اٹھارہ سال سے کم عمر بچوں کی شادی نہ صرف غیر قانونی بلکہ قابلِ سزا جرم قرار دی گئی ہے۔

نکاح خواں پر بھی فردِ جرم عائد ہو گی اور اگر بچی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جا کر شادی کی گئی تو اسے اسمگلنگ کے زمرے میں لایا جائے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ شادی سے قبل تھیلیسیمیا جیسے موروثی امراض کے خون کے ٹیسٹ بھی لازمی قرار دیے گئے ہیں۔ ان تمام اقدامات کا مقصد صرف یہ ہے کہ بچیوں کو بہتر زندگی، صحت مند جسم اور تعلیم کے مساوی مواقع دیے جائیں۔ یہ بل صدرِ پاکستان کے دستخط کے بعد اب قانون کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

لیکن مقامِ حیرت سمجھیے یا افسوس کہ اس سادہ سی بات پر بھی پاکستان میں ایک بھاری بحث کھڑی ہوئی۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو اس قانون کو انسانیت اور بچوں کے تحفظ کے حق میں ایک تاریخی قدم سمجھتے ہیں اور دوسری طرف مذہبی جماعتیں اور کچھ علماء، جو اس کی شدید مخالفت کر رہے ہیں۔

مولانا فضل الرحمان جیسے بڑے مذہبی رہنما نے نہ صرف اس قانون کو شریعت کے منافی قرار دیا بلکہ یہاں تک کہا کہ اسلام آباد میں 18 سال سے کم عمر بچوں کی شادی کے خلاف بل منظور نہیں کرنا چاہیے تھا۔ ان کا موقف ہے کہ بلوغت کے بعد نکاح کی اجازت شریعت میں موجود ہے، اس لیے ریاست کو عمر کی حد مقرر کرنے کا اختیار نہیں۔ ان کے بقول اس طرح کی قانون سازی قومی یکجہتی کو نقصان پہنچاتی ہے، گویا بچوں کے تحفظ کا قانون کوئی سازشی ایجنڈا ہو۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے بھی اپنے اجلاس میں اس بل کو شدید تنقید کا نشانہ بنایا۔ کونسل نے نا صرف بل کی مختلف دفعات کو غیر اسلامی قرار دیا بلکہ اسے مکمل طور پر مسترد کر دیا۔ اس رویے سے یہ تاثر گہرا ہوتا جا رہا ہے کہ مذہبی ادارے کسی بھی ایسی قانونی تبدیلی کو جو بچیوں کے حق میں ہو، شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کی ترجیحات میں بچوں کا تحفظ نہیں، بلکہ صدیوں پرانی روایات کی غیر لچکدار تشریحات کو قائم رکھنا ہے۔

پاکستان سے پہلے کئی مسلم ممالک جیسے تیونس، مصر اور مراکش نے شادی کی کم از کم عمر اٹھارہ سال مقرر کر رکھی ہے۔ ان ممالک نے یہ قدم اس لیے اٹھایا کیونکہ بچپن کی شادیوں کے سنگین جسمانی، ذہنی اور سماجی نقصانات عالمی سطح پر تسلیم شدہ ہیں۔ پاکستان میں بھی اس حوالے سے قانونی بنیاد موجود ہے۔ 2023 میں وفاقی شرعی عدالت نے سندھ چائلڈ میرج ریسٹرینٹ ایکٹ 2013 کے تحت دائر درخواست پر فیصلہ سناتے ہوئے واضح کیا تھا کہ شادی کی کم از کم عمر طے کرنا ریاست کی صوابدید ہے۔

2023 کی یونیسف کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں تقریباً 18 فیصد لڑکیاں 18 برس سے کم عمر میں بیاہ دی جاتی ہیں، جبکہ 4 فیصد لڑکیوں کی شادی 15 برس سے بھی کم عمر میں کر دی جاتی ہے۔ اگرچہ گزشتہ برسوں میں اس شرح میں معمولی کمی ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ اب بھی لاکھوں بچوں کو متاثر کر رہا ہے۔ یونیسف کے مطابق ہر سال دنیا بھر میں تقریباً 12 ملین لڑکیوں کی شادی 18 برس سے پہلے کر دی جاتی ہے۔

اس قانون کی مخالفت کے خلاف انسانی حقوق کی تنظیمیں کھل کر سامنے آئی ہیں۔ انسانی حقوق کمیشن پاکستان کے مطابق مطابق بچپن کی شادی کے خلاف بل بچوں کے تحفظ کے لیے ناگزیر ہے اور پارلیمنٹ سے منظور شدہ بل کو مذہب سے متصادم قرار دینا بچوں کے حقوق کی نفی ہے۔ کمیشن کا کہنا ہے کہ اس قانون پر فوری عملدرآمد ضروری ہے تاکہ بچیوں کے استحصال کی روک تھام ہو سکے، اور ریاست اپنی آئینی و بین الاقوامی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ایچ آر سی پی نے اسلامی نظریاتی کونسل کی بل میں رکاوٹ ڈالنے پر شدید تحفظات کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ یکطرفہ مذہبی تشریحات قانون سازی کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننی چاہییں۔

یہ بات افسوسناک ہے کہ جن لوگوں کو معاشرے میں روشنی پھیلانی چاہیے وہی اندھیرے پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ان سے سوال ہے کہ کیا انہوں نے کبھی خواتین پر تشدد، تعلیم کی کمی، یا آبادی میں بے تحاشہ اضافے جیسے مسائل پر آواز بلند کی؟ کیا وہ کبھی سڑکوں پر نکلے کہ ایک بچی کو تعلیم اور زندگی جینے کا حق دیا جائے؟ نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک صرف وہ قانون قابلِ اعتراض ہے جو عورت کو تحفظ دیتا ہے، اسے انسان سمجھتا ہے اور اس کے بچپن کو اس کے حال اور مستقبل سے جوڑتا ہے۔

یہ بل صرف ایک قانونی دستاویز ہی نہیں، بلکہ پاکستان کی اجتماعی سوچ میں تبدیلی کی ایک امید بھی ہے۔ یہ پیغام ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صرف سانس لینے کے لیے نہیں، جینے کے لیے پیدا کرتے ہیں۔ انہیں کم عمری میں شادی کے بندھن میں جکڑنا صرف ان کے جسم پر نہیں بلکہ ان کی روح پر بھی ظلم ہے۔

نوٹ: ڈی ڈبلیو اردو کے کسی بھی بلاگ، تبصرے یا کالم میں ظاہر کی گئی رائے مصنف یا مصنفہ کی ذاتی رائے ہوتی ہے، جس سے متفق ہونا ڈی ڈبلیو کے لیے قطعاً ضروری نہیں ہے۔ (بشکریہ ڈی ڈبلیو)

اسکرین کے پار موت مسکرا رہی تھی: ثنا یوسف کا کڑا انکار

مصباح ناز

ثنا یوسف کی موت صرف ایک لڑکی کا قتل نہیں بلکہ پورے معاشرے کے ضمیر پر ایک طمانچہ ہے۔ وہ 17 سالہ باہمت لڑکی، جو ٹک ٹاک پر اپنی شناخت بنا رہی تھی، اپنی ثقافت کو رقص، مزاح اور ہنسی کے ذریعے بیان کر رہی تھی، اچانک ایک دن خاموش ہو گئی — صرف اس لیے کہ اس نے "نہیں" کہا۔ پاکستان جیسے پدرشاہی معاشرے میں جہاں عورت کی آزادی کو بے راہ روی سمجھا جاتا ہے اور اس کے انکار کو توہین، وہاں ثنا کی "نہیں" ایک مرد کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ ٹک ٹاک ایک ایسا پلیٹ فارم بن چکا ہے جہاں نوجوان لڑکیاں اپنی صلاحیتوں کا اظہار کرتی ہیں، لیکن بدقسمتی سے اسی اسکرین کے پار اکثر انہیں ہراسانی، فحش کمنٹس، اور دھمکیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ثنا یوسف بھی انہی زہریلی نگاہوں کا نشانہ بنی، جن کے لیے عورت کی خودمختاری، ایک چیلنج اور ایک شکست ہوتی ہے۔ فیمینسٹ نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اس واقعے نے واضح کر دیا کہ "NO means NO" کا تصور اب بھی ہمارے معاشرے میں ایک نعرہ ہی ہے، عمل کا حصہ نہیں۔ عورت اگر انکار کرے، تو یا تو بدنام ہوتی ہے، یا خاموشی سے ماردی جاتی ہے۔ ثنا کی موت پر سوشل میڈیا پر آنے والے گھٹیا کمنٹس، بے حس تبصرے اور یوٹیوبرز کی اخلاق سوز ویڈیوز اس بات کا ثبوت ہیں کہ ہم صرف قاتل کو ہی نہیں، بلکہ اس کے بیانیے کو بھی بڑھاوا دیتے ہیں۔ اس سے پہلے قندیل بلوچ کو بھی "غیرت" کے نام پر خاموش کر دیا گیا، اور آج ثنا۔ Digital Rights Foundation کی 2021 کی رپورٹ کے مطابق، پاکستان میں ہر تین میں سے ایک عورت کو آن لائن ہراسانی کا سامنا ہوتا ہے، اور زیادہ تر کیسز ٹک ٹاک، فیس بک اور انسٹاگرام سے جڑے ہوتے ہیں۔ قانون، جیسے PECAAct 2016 صرف کتابوں میں زندہ ہے۔ عملی طور پر ریاست، عدلیہ اور سوشل میڈیا کمپنیاں سب خاموش تماشائی بنی ہوئی ہیں۔ زہریلی مردانگی (toxic masculinity) اور پدرشاہی نظام نے عورت کے ہر انکار کو جرم بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ سوچ ہے جو ثنا یوسف کے قاتل کو گولی چلانے پر آمادہ کرتی ہے — ایک ایسی گولی جو صرف جسم کو نہیں، بلکہ ہر آزاد عورت کے خوابوں کو بھی چیر ڈالتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہر بار ہمیں ایک ثنا کی قربانی درکار ہے تاکہ ہم "NO" کی طاقت کو سمجھیں؟ یا ہم تب بھی سوشل میڈیا پر اس کے رقص، لباس اور چہرے کا مذاق اڑاتے رہیں گے، جیسے اس کی زندگی اور موت دونوں محض تماشہ تھیں؟

بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے شرمناک واقعات

بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے کیسز میں 56 ایسے کیسز رپورٹ ہوئے ہیں جن میں زیادتی کے بعد بچے قتل ہوئے

اسرارالدین اسرار



اس طرح کے کیسز میں نہ صرف ملزم کو سزا دینا ضروری ہے بلکہ متاثرہ بچے کی سائیکوسوشل ریہبلٹیشن بھی ضروری ہے

یہ بات خوش آئند ہے کہ گلگت پولیس نے گذشتہ دنوں چند گھنٹوں کے اندر اندر گلگت میں ایک تیرہ سالہ بچے سے مبینہ طور پر جنسی زیادتی کے واقع کے ایک ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ امید ہے پولیس تمام ثبوت جمع کرنے کے علاوہ بروقت میڈیکل ٹسٹ کرائے گی تاکہ اس ملزم کو عدالت سے قرار واقعی سزا مل سکے۔

یہ بات انتہائی شرمناک اور تشویشناک ہے کہ گلگت بلتستان میں ایسے کیسز وقتاً فوقتاً سامنے آتے ہیں۔ لیکن یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ بچوں سے جنسی زیادتی کے زیادہ تر واقعات چھپائے جاتے ہیں۔ ایسے واقعات کا بروقت رپورٹ کرنا اس لئے لازمی ہے کیونکہ ایسے کیسز میں ملوث افراد قانون کی گرفت میں اگر نہ آئیں تو یہ دیگر بچوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اس بات سے یہاں کے اکثر لوگ واقف ہیں کہ ملک کے دیگر حصوں کی طرح گلگت بلتستان میں بھی سالانہ بچوں کے ساتھ زیادتی کے واقعات رونما ہوتے ہیں۔ ان میں اکثر کیسز سماجی دباو یا بدنامی کے خوف کی وجہ سے رپورٹ نہیں ہوتے۔

بچوں کے تحفظ پر کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیم ساحل کی حالیہ دنوں شائع ہونے والی سالانہ رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال یعنی 2024 میں پاکستان میں بچوں کے ساتھ زیادتی کے 3364 کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔ یہ اعداد و شمار ساحل نے قومی و عالمی سطح پر شائع ہونے والے 81 اخبارات سے حاصل کئے ہیں۔

ان اعداد و شمار کے مطابق 11 سے 15 سال کے بچے سب سے زیادہ متاثرین ہیں۔ جبکہ زیادتی کے واقعات پانچ سال سے کم عمر کے بچوں کے ساتھ بھی پیش آئے ہیں۔ ان واقعات سے متاثرہ بچوں میں 53 فیصد بچیاں اور 47 فیصد بچے شامل ہیں۔

صوبہ پنجاب میں 78 فیصد واقعات رپورٹ ہوئے، سندھ میں 12 فیصد، خیبر پختون خواہ میں 4 فیصد، اسلام آباد میں 4 فیصد جبکہ بلوچستان، آداد کشمیر اور گلگت بلتستان میں دو دو فیصد کیسز رپورٹ ہوئے ہیں۔

بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے کیسز میں 56 ایسے کیسز رپورٹ ہوئے ہیں جن میں زیادتی کے بعد بچے قتل ہوئے، 1204 کیسز میں بچے اغواء ہوئے، 241 کیسز میں بچوں کی گمشدگی کی رپورٹس درج کی گئیں جبکہ کم عمری کی شادی کے 45 کیسز رپورٹ ہوئے جن میں 43 بچیاں تھیں جبکہ دو بچے تھے۔

یاد رہے کہ مذکورہ واقعات وہ ہیں جو صرف اخبارات نے رپورٹ کئے ہیں جبکہ جو کیسز پولیس یا اخبارات میں رپورٹ نہیں ہوئے وہ ان سے کئی گنا زیادہ ہوسکتے ہیں۔ مذکورہ واقعات میں 93 فیصد واقعات پولیس کو رپورٹ کئے گئے جو کہ خوش آئند بات ہے اور یہ والدین کی آگاہی کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ رپورٹ کرنے سے ان واقعات کے تدارک کے لئے اقدامات ہوسکتے ہیں۔

اس طرح کے کیسز میں نہ صرف ملزم کو سزا دینا ضروری ہے بلکہ متاثرہ بچے کی سائیکوسوشل ریہبلٹیشن بھی ضروری ہے تاکہ وہ ذہنی اذیت کا شکار نہ ہو اور بعد ازاں انتقامی کارروائی کے طور پر وہ دوسرے بچوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ نہ بنالے۔ کیونکہ ماہرین کے مطابق اس کا قوی امکان موجود ہوتا ہے کہ متاثرہ بچے بڑے ہوکر انتقامی طور پر دوسرے بچوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ بناتے ہیں یا وہ تشدد پسند رویے اپناتے ہیں۔ ایسے کیسز میں اگر ملزم بھی کم عمر ہے تو لازمی ہے کہ اس کی بھی سزا کے علاوہ سائیکوسوشل ریہبلٹیشن کا اہتمام کیا جائے تاکہ وہ جیل سے نکل کر دوبارہ کسی بچے کو نشانہ نہ بنا سکے۔

باقی صوبوں کی طرح گلگت بلتستان میں بھی چائلڈ پروٹیکشن ریسپانس ایکٹ 2017 نفاذ العمل ہے اس پر سختی سے عملدرآمد کرانا وقت کی اہم ضرورت ہے جب کہ حکومت کی طرف سے ترجیحی بنیادوں پر مالی و انسانی وسائل فراہم کرکے خیبر پختونخوا کی طرح گلگت بلتستان کے تمام اضلاع میں چائلڈ پروٹیکشن یونٹس کا قیام عمل میں لاکر ان کو فعال بنانا بھی وقت کی اہم ضرورت ہے۔

سب سے اہم کام جو کرنے کا ہے وہ یہ کہ بچوں اور والدین کو بچوں کے تحفظ سے متعلق آگاہی فراہم کی جائے تاکہ وہ بچوں کو محفوظ ماحول فراہم کرنے میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ سکولوں، مدرسوں، عبادتگاہوں اور کمیونٹی مقامات پر آگاہی پروگرامز منعقد کئے جائیں تاکہ بچوں کو تحفظ فراہم کرنے میں تمام سٹیک ہولڈرز اپنا کردار ادا کرسکیں اور ایسے واقعات بروقت متعلقہ اداروں کو رپورٹ کرکے ملزمان کیفر کردار تک پہنچائیں جاسکیں۔

والدین کو چاہیئے کہ وہ اپنے بیٹوں کی تربیت کریں اور ان پر نظر رکھیں تاکہ وہ نہ صرف خود کو محفوظ رکھ سکیں بلکہ وہ دوسروں بچے اور بچیوں کو جنسی زیادتی کا نشانہ بنانے جیسے گھناونے عمل کا ارتکاب نہ کرسکیں اور اگر کوئی بچہ یا بڑا آدمی بچوں کی جنسی زیادتی کا ارتکاب کرتے ہوئے پکڑا جائے تو والدین اور اہل خانہ کو ان کا ساتھ دینے کی بجائے ان کو قانون کے حوالے کرنا چاہیئے تاکہ معاشرے سے قبیح فعل کا انسداد ممکن ہوسکے۔

خلیجی ممالک کا کفالہ سسٹم اور حکومتی غفلت کے شکار پاکستانی تارکینِ وطن

منیب علی داؤد پوتو

میں تین ماہ تک بے روزگار تھا'، انہوں نے ڈان کو بتایا جبکہ ان کی آواز میں تلخ تجربے کی جھلک محسوس ہوئی



تارکینِ وطن ورکرز ریاض کے پاس تعمیراتی مقام پر

23 سال کی عمر میں احمد فراز بہتر مستقبل کی امید لے کر کراچی سے سعودی عرب چلے گئے۔ ایجنٹ نے انہیں سعودی عرب میں اچھی تنخواہ، مراعات اور چھٹیوں کے ساتھ ایک اچھے ہوٹل میں نوکری دینے کا وعدہ کیا تھا۔ انہوں نے بھی ہر سال بیرونِ ملک جانے والے ہزاروں نوجوان پاکستانیوں کی طرح ایجنٹ کی فیس ادا کرنے کے لیے خاندانی اثاثے (زیورات) فروخت کیے اور امید لے کر ہوائی جہاز میں سوار ہوئے۔

لیکن پرواز کے ریاض پہنچنے پر احمد فراز کے تمام خواب ٹوٹ گئے۔ 'میں تین ماہ تک بے روزگار تھا'، انہوں نے ڈان کو بتایا جبکہ ان کی آواز میں تلخ تجربے کی جھلک محسوس ہوئی۔ احمد فراز نے بتایا، 'ایجنٹ نے سب جھوٹ بولا۔ کوئی نوکری تھی نہ ہی کوئی کمپنی میرا انتظار نہیں کر رہی تھی۔ جب نوکری نہیں تھی تو کفیل (اسپانسر) نے مجھ سے زیادہ رقم کا مطالبہ شروع کر دیا۔ بہت سے ورکرز ڈی پورٹ ہونے یا جیل جانے سے بچنے کے لیے فرار ہو گئے'۔

احمد فراز کی کہانی تارکینِ وطن کے مصائب کے ایک وسیع منظرنامے میں محض ایک چھوٹا سا واقعہ ہے۔ خلیجی ممالک میں موجود درجنوں پاکستانی ورکرز کے ساتھ ہونے والی بات چیت سے ان کے ساتھ ہونے والے استحصال کا ایک پریشان کُن امر سامنے آتا ہے۔ دھوکے باز ایجنٹ معمول کے مطابق ورکرز کو جھوٹے وعدوں کے ذریعے لالچ دیتے ہیں، ان سے بھاری فیسیں وصول کرتے ہیں اور پھر انہیں کفالہ (کفالت) کے مشکل نظام سے خود نمٹنے کے لیے تنہا چھوڑ دیتے ہیں۔

کفالہ سسٹم کا جھانسا

ان مصائب کی اصل وجہ کفالہ سسٹم ہے۔ یہ کفالت کا فریم ورک 1950ء کی دہائی میں خلیجی ریاستوں میں عارضی مہاجر مزدوروں کو منظم کرنے کے لیے شروع کیا گیا تھا۔ یہ نظام قانونی طور پر ورکرز کی رہائشی حیثیت کو ان کے آجر سے منسلک کرتا ہے جس میں ملازمت میں تبدیلی سے لے کر ایگزٹ ویزا تک ہر چیز کے لیے اسپانسرز کی منظوری درکار ہوتی ہے۔ جبکہ تمام خلیج تعاون کونسل کے ممالک اس نظام کے کچھ ورژن استعمال کرتے ہیں لیکن سعودی عرب اور قطر اس پر سخت عمل درآمد کرتے ہیں۔

انٹرنیشنل لیبر آرگنائزیشن (آئی ایل او) نے کفالہ کی 'جبری مشقت اور بدسلوکی کی آماجگاہ' کے طور پر مذمت کی ہے۔ عملی طور پر یہ طاقت کے عدم توازن کو اتنا شدید بنا تا ہے کہ ورکرز ملک بدری کے خوف کے پیشِ نظر اکثر اجرت کی ادائیگی نہ ہونے، کام کے زائد گھنٹے اور حتیٰ کہ جسمانی بدسلوکی کو بھی برداشت کرتے ہیں۔

شمس العالم کی کہانی اس نظام کی حقیقی عکاسی کرتی ہے۔ وہ اب 64 برس کے ہیں اور متحدہ عرب امارات (یو اے ای) میں دو دہائیوں تک کام کرنے کے بعد اپنے آبائی شہر ایبٹ آباد واپس آ چکے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ کیسے ان کے ایجنٹ نے رات کے چوکیدار کی نوکری کے عوض ماہانہ 850 درہم (تقریباً 230 ڈالرز) دینے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ ڈان کو بتاتے ہیں، 'درحقیقت مجھے اس سے نصف رقم ملی۔ ناخواندہ ہونے کی وجہ سے میں سمجھ نہیں پایا کہ مجھے معاہدے کا مطالبہ کرنا چاہیے تھا۔ کفیل جانتا تھا اور اس نے اس بات کا بھرپور فائدہ اٹھایا'۔

جدوجہد کے درمیان کامیابی کی داستان

تاہم تمام تجربات منفی نہیں ہوتے۔ 25 سالہ شاہ زمان ماجد ریاض میں ویزا کنسلٹنسی فرم سے وابستہ ہیں اور وہ کامیابی کی کہانی سناتے ہیں۔ وہ بذریعہ ای میل ڈان کو بتاتے ہیں، 'مناسب دستاویزات رکھنے والے ہنرمند ورکرز کے لیے خلیجی ممالک میں وہ مواقع موجود ہیں جو پاکستان میں ناقابل تصور ہیں۔ میں پاکستان میں جو کما سکتا تھا، اب اس سے تین گنا زیادہ کما تا ہوں'۔

حتیٰ کہ شاہ زمان ماجد جیسے کامیاب تارکینِ وطن بھی نظام کی خامیوں کے معترف ہیں۔ وہ کہتے ہیں، 'سب سے بڑا چیلنج تب آتا ہے جب آپ ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ بہتر نوکری تلاش کرنے کا مطلب ہے کہ آپ اپنے موجودہ آجر سے رہائی کے لیے بھیک مانگیں۔ بہت سے لوگ آپ کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھنے کے بجائے آپ کو پھنسائے رکھنا چاہتے ہیں'۔

تارکینِ وطن معیشت کا اہم حصہ

تارکینِ وطن ورکرز ملک کی معیشت کے لیے انتہائی اہم ہیں۔ اسٹیٹ بینک آف پاکستان کے مطابق صرف مئی 2025ء میں ترسیلات زر 4.1 ارب ڈالرز تک پہنچ گئیں جو کہ پاکستان کے ماہانہ درآمدی بل کا تقریباً نصف پورا کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہ تارکینِ وطن ملک کے غیر ملکی زرمبادلہ کے سب سے بڑے ذریعے کی نمائندگی کرتے ہیں جو مسلسل برآمدات اور براہ راست غیر ملکی سرمایہ کاری کو ملا کر بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

بیورو آف امیگریشن اینڈ اوورسیز ایمپلائمنٹ کی رپورٹ کے مطابق 2024ء میں 4 لاکھ 50 ہزار پاکستانیوں نے سعودی عرب کا رخ کیا جبکہ 64 ہزار 130 افراد نے متحدہ عرب امارات کا انتخاب کیا۔ یہ متاثر کن اعداد ہیں جو کہانی کا صرف حصہ بیان کرتے ہیں۔ وزارت برائے اوورسیز پاکستانیوں کے اعداد و شمار سے سامنے آتا ہے کہ تقریباً 32 لاکھ شہری یعنی آبادی کا تقریباً 13 فیصد گزشتہ 5 سالوں میں ملک چھوڑ چکے ہیں جن کی اکثریت خلیجی ریاستوں میں منتقل ہو رہی ہے۔

اقتصادی ماہر ڈاکٹر عائشہ خان جو لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز میں ہجرت کے رجحانات کا مطالعہ کرتی ہیں، بتاتی ہیں کہ 'ان میں سے ہر ایک کارکن گھر کے اوسطاً 5 افراد کی کفالت کرتا ہے۔ ان کی بھیجی ہوئی رقم گھریلو غربت کو کم کرتی ہے۔ وہ تعلیم، صحت کی دیکھ بھال اور چھوٹے

کاروباروں کو فنڈز دیتے ہیں جو دیگر لوگوں کی ملازمت کا سبب بنتے ہیں'۔

لیکن یہ ترسیلاتِ زر ملک میں بھاری ذاتی قیمت کے عوض آتی ہے۔ بہت سے تارکین وطن ورکرز کئی سال اپنے خاندانوں سے دور گزارتے ہیں، سخت اور بعض اوقات غیرمحفوظ ماحول میں کام کرتے ہیں اور نفسیاتی ٹراماز کا شکار ہوتے ہیں۔ پھر بھی وہ کام کرتے رہتے ہیں کیونکہ ان کے پاس ملک میں ملازمت کے بہتر مواقع میسر نہیں۔

ورکرز اصلاحات پر ناقص عمل درآمد

مارچ 2021ء میں سعودی عرب نے اہم مزدور اصلاحات کا اعلان کیا جس کے تحت نظریاتی طور پر ورکرز کو ایک سال کے بعد کفیل کی رضامندی کے بغیر ملازمتیں تبدیل کرنے کی اجازت دی گئی۔ دیگر خلیجی ریاستوں نے بھی بدسلوکی کے ہائی پروفائل کیسز کے بعد بین الاقوامی دباؤ کے جواب میں، بالخصوص قطر ورلڈ کپ 2022ء کے دوران اسی طرح کے اقدامات کیے۔

تاہم ہیومن رائٹس واچ کی محقق حبا زیادین بتاتی ہیں کہ ان اصلاحات میں خامیاں ہیں۔ وہ ڈان کو بتاتی ہیں، 'آجر اب بھی ویزا کی تجدید اور رہائش کے ضامن ہیں۔ بہت سے ورکرز نے بتایا کہ جب وہ پہنچتے ہیں تو انہیں 'رضاکارانہ' طور پر استعفیٰ پر دستخط کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ ایسے اقدامات نئی تدابیر کو غیرمؤثر بنادیتے ہیں'۔

اپنا ملک چھوڑنے سے پہلے مالی طور پر استحصال شروع ہوجاتا ہے۔ ریکروٹمنٹ فیس پر پابندی کے ضوابط کے باوجود پاکستانی ورکرز ایجنٹس کو معمول کے مطابق 3 لاکھ روپے سے 5 لاکھ روپے (ایک ہزار 500 سے ایک ہزار 800 ڈالرز کے درمیان) ادا کرتے ہیں جو اکثر قرض لے کر رقم ادا کرتے ہیں۔ متعلقہ ملک پہنچنے پر انہیں وہ نہیں ملتا جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہوتا ہے جہاں تنخواہیں نصف ہوجاتی ہیں یا بیان کردہ تفصیلات سے بالکل مختلف ہوتی ہیں۔

شہریوں کے حقوق کے تحفظ میں ناکامی

شاید سب سے زیادہ افسوس ناک پاکستانی حکومت کی اپنے سمندر پار شہریوں کے تحفظ میں ناکامی ہے۔ متعدد افراد نے قونصلر خدمات کو نہایت غیرسنجیدہ اور بعض اوقات تو تحقیر آمیز قرار دیا۔

1996ء سے ریاض میں مقیم پاکستانی شہری عامر بشارت اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ 'قونصل خانے میں ہمارے ساتھ کسی مجرم کی طرح سلوک کیا جاتا ہے جیسے ہم اپنے حقوق کے بجائے مدد مانگ رہے ہوں'۔ عامر بشارت کے مطابق، حکام ورکرز کے ساتھ ایسا رویہ اپناتے ہیں



کفالہ سسٹم تارکینِ وطن ملازمین کے لیے مشکلات کا باعث بنتا ہے



ورکرز قرض لے کر رقم ادا کرتے ہیں جبکہ ان سے کئے گئے وعدے بھی پورے نہیں کیے جاتے

کہ گویا کہہ رہے ہوں کہ 'آپ نے یہاں آنے کا انتخاب کیا، اب آپ اس سے نمٹیں'۔

سمندر پار پاکستانیوں کی معاشی اہمیت کے باوجود ان کے ساتھ ایسا رویہ اپنایا جاتا ہے۔ اگرچہ پاکستان میں غیر قانونی بھرتیوں کے طریقوں کے خلاف قوانین موجود ہیں لیکن ان کا نفاذ کمزور ہے۔ پروٹیکٹوریٹ آف امیگرنٹس کے دفاتر جن کا مقصد ہجرت کے عمل کی نگرانی کرنا ہے، میں اکثر ملازمین اور فنڈز کا فقدان ہوتا ہے۔

جب ورکرز سے دریافت کیا گیا کہ وہ ایسے حالات کیوں برداشت کرتے ہیں تو زیادہ تر تارکین وطن ایک ہی جواب دیتے ہیں، 'ہمارے پاس اس کے علاوہ کیا آپشن ہے؟'

احمد فراز کئی ماہ کی جدوجہد کے بعد اب ریاض کے ایک ریسٹورنٹ میں کام کررہے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں، 'میرے والد ایک دکان کے مالک تھے جن کا اب انتقال ہوچکا ہے۔ میرے چھوٹے بہن بھائیوں کی تعلیم کا دارومدار میری تنخواہ پر ہے۔ میرے لیے پاکستان واپس جانا کوئی آپشن ہی نہیں ہے'۔

تلخ تجربات کے باوجود شمس العالم معترف ہیں کہ 'اگر مجھے موقع ملتا تو میں اگلے روز ہی یو اے ای چلا جاتا۔ پاکستان میں اگر میں خوش قسمت رہا تو پھر بھی میں 25 ہزار کما سکتا ہوں۔ یو اے ای میں، میں اپنے ساتھ ناانصافیوں کے باوجود بچت کرسکتا ہوں'۔

یہ افسوس ناک حقیقت ظاہر کرتی ہے کہ پاکستان اپنے لوگوں کو روزگار کے اچھے مواقع فراہم کرنے میں بری طرح ناکام ہے۔ جب تک ملک حقیقی ملازمتوں کے مواقع پیدا نہیں کرتا اور تارکین وطن ورکرز کو مناسب طریقے سے تحفظ فراہم نہیں کرتا تب تک اس کے شہریوں کے ساتھ بدسلوکی ہوتی رہے گی جبکہ لوگوں کی مایوسی اور حکومت کی جانب سے ان کی دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے صورت حال مزید بدتر ہوتی جائے گی۔

(بشکریہ روزنامہ ڈان)

قلم آزاد

ہولوکاسٹ اور چھٹی کمانڈمنٹ

ہولو کاسٹ! ایسا کچھ نہیں ہوا
وہ محض ایک ڈراؤنا خواب تھا
اگر ایسا کچھ ہوا ہوتا
کل کے مصنوعی مظلوم
آج کے حقیقی ظالم نہ ہوتے
کل کے حقیقی ظالم
فرضی احساسِ گناہ کے مارے
آج کے حقیقی ظالم کو چھپیاں نہ ڈالتے
مگر ہولو کاسٹ؟ ایسا کچھ نہیں ہو رہا
یہ محض ایک ڈراؤنا خواب ہے
سنا ہے پتھروں پر کندہ تھے
دس کے دس احکاماتِ ربانی
' 'اور تم قتل نہیں کرو گے! ' '
چھٹی کمانڈمنٹ
پتھر کی بجائے
موم کی لکیر نکلی
سانپ لکیر پیٹتے رہے
موم کی لکیر
خون کا دریا بن گئی
کیا سانپ خون میں تیر لیں گے؟
ہولو کاسٹ! اگر ایسا کچھ ہوا ہوتا
تو اس پر سوال اٹھانا جرم نہ ہوتا
وہ جن کا یہ سب کیا دھرا تھا
ان انسان دوست ریاستوں میں
تم قرآن وغیرہ جلا سکتے ہو
تم خاکے وغیرہ چھاپ سکتے ہو
ہولو کاسٹ پر انگلی نہیں!
یہ ہماری ریڈ لائن ہے! ورنہ۔۔
اس نے انگلی اٹھائی اس نے
بازو پھیلایا اس نے مکا لہرایا
جانوروں کے انسانی حقوق پر
جان دینے والے جان لے سکتے ہیں
گدھ نے ادھوری لاش کے سینے پر
پنجوں سے V کا سائن بنایا
ازلی گناہ پر
جھوٹ موٹ لرزاں
عیسٰی کی بھیڑیں
چھٹی کمانڈمنٹ
کے پرخچے اڑاتے
موسٰی کے بھیڑیے
سچ سچ بتا
تُو کس کی طرف
سے کھیل رہا تھا
اے محمد (ص) کے خدا
لڑائی تو عہد نامہء قدیم
اور جدید کے درمیان تھی
بیچ میں قرآن کیسے آ گیا
اے عیسٰی کی بھیڑو
اے موسٰی کے بچھڑو
تم جس کا انکار کرتے آئے ہو
تمہارے نبیوں کو اس کے ساتھ ماننے والے، ہم
کب تک تمہارے سیاہ اعمال نامے
سرخ لہو سے دھوتے رہیں
کب تک تمہارے ایک دوسرے پر
واجب قصاص چکاتے رہیں
کب تک تمہارے ٹریڈ ڈیفیسٹ
اپنی جانوں سے بھرتے رہیں
وہ جن کے مرد غلام عورتیں لونڈیاں بنا لی جاتیں
وہ جن کی نرینہ اولادیں
موت کے گھاٹ اتار دی جاتیں
وہ مظلوم جو بچ کے بھاگ نکلے
وہ جن کا ظالموں نے پیچھا کیا
وہ جن کو دریا نے رستہ دیا۔۔۔ وہ کون تھے؟
بنی اسرائیل کو بنی فرعون سے الگ کرنے میں
کیا دریا نے غلطی کی؟
کیا عصا نے غلطی کی؟
کیا خدا نے غلطی کی؟
یا صرف ہم نے جو آلِ ابراہیم
پنجگانہ پر درود بھیجتے رہے!
یوروپا جانے
جس نے تمہیں قتل کیا
یا نہیں کیا
یوروپا جانے
جس نے تمہیں بے دخل کیا
یا نہیں کیا
امیریکا جانے جس نے تمہیں روپیا دیا
اور تم نے ہمیں بے دخل کیا
امیریکا جانے جس نے تمہیں اسلحہ دیا
اور تم نے ہمیں قتل کیا
یہ کہ تم مسلط کر دیے گئے
ہماری دھرتی پر ہمارے آکاش پر
یہ کہ تم نے نکال باہر کیا ہمیں
ہمارے آبائی گھروں سے
یہ کہ تم نے جلا کے راکھ کر دیے
ہمارے باغ ہمارے کھیت کھلیان
یہ کہ تم نے اڑا کے خاک کر دیے
ہمارے سکول ہسپتال مکان دکان
ہم تمہارے احسانات کا بدلہ کیسے چکا سکتے ہیں
جے ہوتمہاری اے بنی اسرائیل اے بنی فرعون
یہ کہ تم نے بارود بھری مترنم لوریاں دیں
خود کش معذوروں کو، دہشت گرد شیر خواروں کو
یہ کہ تم نے طاقتور بموں کے انجیکشن لگائے
بوڑھوں اور بچوں اور زخمیوں اور بیماروں کو
یہ تو کچھ بھی نہیں یہ تو کچھ بھی نہیں
یہ کہ تم نے ریپ کیا
گھروں کے ملبے پر حاملہ عورتوں کو
یہ کہ تم نے چن چن کر مارا، ایک ایک کر کے سب کو
یہ کہ تم نے بالوں سے پکڑ کر گلیوں میں گھسیٹا
اور گالی نکال کے گولی مار دی۔۔ کسی کو بھی!
یہ تو کچھ بھی نہیں یہ تو کچھ بھی نہیں
اس کی گڑیا کے بال
گریپ فروٹ رنگے تھے
اسرئی کے اپنے گالوں کی طرح
چھوٹے بھیا سے یکسر مختلف
وہ تو پکے ہوئے انار سا رس رہا ہے
آڑو، خوبانی، آم، پستہ، اخروٹ، بادام
فرش پر اسرئی کے ہمجولی کھلرے پڑے ہیں
انہیں چاہیے خوب اچھی طرح پیک کریں
اسرئی لوگوں کو آئس کریم فریزر میں رکھنے سے پہلے
سٹرابری جوس کہیں رستے میں نہ بہنے لگے

انکشاف

غنی پرواز

(افسانہ)

مرنے کے بعد مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں زندہ ہوں۔ لیکن مجھے یقین نہ آیا۔ اِس لئے میں اِدھر اُدھر دوسروں سے پوچھتا پھرنے لگا۔

سب سے پہلے میں نے اپنے بوڑھے باپ سے پوچھا:

''ابّا جان! انسان کے بارے میں اُس کے باپ سے زیادہ اور کوئی نہیں جانتا۔ آپ بتائیے، کہ میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟''

اُنہوں نے میری طرف پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بتایا۔

''بیٹا! جو شخص خود مر چکا ہو، وہ دوسروں کی موت وحیات کے بارے میں بھلا کیا جان سکے گا؟''

پھر میں نے اپنی بوڑھی ماں سے پوچھا:

''امّی جان! سُنا ہے ماں کا دل اپنی اولاد کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ برائے کرم آپ اپنے ماتا بھرے دل سے پوچھ کر بتائیے، کہ میں زندہ ہوں یا مر چکاں ہوں؟''

اُنہوں نے میری جانب مامتا بھری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بتایا:

''پیارے بیٹے! میں اور میرا دل تو جیتے جی مر چکے تھے، اور کسی کے بارے میں کچھ بتانے سے قاصر تھے۔ تو پھر اب جبکہ ہم عملاً مر چکے ہیں، کسی کے بارے میں کیا بتا سکیں گے؟''

اس کے بعد میں نے اپنی ہم عمر شریکِ حیات سے پوچھا:

''بیگم! عام طور پر کہا جاتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر کے خلوت وجلوت کی ساتھی ہے۔ اس لئے اُس کی رگ رگ سے واقف ہوتی ہے۔ میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ کے نزدیک میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟''

وہ پہلے تو میری طرف حیرت سے دیکھنے لگی، اور پھر افسردہ لہجے میں بولی:

''آپ ابھی تک مرے تو نہیں ہیں، لیکن مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ جلدی مرنے والے ہیں۔۔۔''

پھر میں نے اپنے سب سے بڑے اور ہونہار بچّے سے پوچھا:

''پیارے بیٹے! تم تو میرے جانشین ہو۔ تمھارا کیا خیال ہے، میں زندہ ہوں یا مر چکا ہوں؟''

''ابّا جان! بیٹے کے لئے اُس کے والد کی موت یقیناً انتہائی دکھ، پریشانی اور مصیبتوں کا باعث ہوتی ہے، لیکن دنیا کی حقیقتوں کو بھی جھٹلایا نہیں جا سکتا اور حقیقت یہ ہے کہ آپ بہت پہلے مر چکے ہیں۔''

بیٹے کی بے لاگ باتوں سے مجھے دھچکا تو ضرور لگا، مگر چونکہ میں اپنی زندگی میں ایک حقیقت پسند شخص واقع ہوا ہوں، اس لئے میں نے ان باتوں کو برداشت کیا اور اصل حقیقت کے بارے میں سوچنا شروع کیا۔

'میں زندہ ہوں؟ مرنے والا ہوں؟ یا مر چکا ہوں؟ ان تینوں آراء میں سے کونسی رائے درست ہے؟' میں مسلسل سوچتا رہا۔ لیکن کسی حتمی نتیجے تک نہ پہنچ سکا۔ پھر یکایک میرے ذہن میں یہ خیال آیا، کہ میں نے ابھی تک اپنے یارِ غار کی رائے نہیں لی ہے۔ وہ یارِ غار، جن کے مشورے، تجاویز اور خیالات میرے لئے کافی قابلِ قدر ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ میں جلدی جلدی اپنے یارِ غار کے یہاں پہنچا، اُس کے مکان کی گھنٹی بجائی، اور جونہی وہ دروازے پر نمودار ہوا، میں نے خیریت پوچھے بغیر، جلدی سے کہا:

''کیا آپ ایک بات بتا سکتے ہیں؟''

''کیا بات ہے؟ آج آپ بہت زیادہ گھبرائے ہوئے لگتے ہیں۔ کہئیے، آپ کو مجھ سے کیا پوچھنا ہے؟'' اُس نے غیر ارادی طور پر سنجیدہ ہو کر کہا۔

''مرنے کے بعد مجھ پر یہ انکشاف ہوا، کہ میں زندہ ہوں۔ لیکن اِس بارے میں میری بیگم اور بڑے بیٹے کی آراء مختلف ہیں۔''

''کیا کہتے ہیں وہ؟'' یارِ غار نے طنز بھری مسکراہٹ سے دریافت کیا۔

''بیگم کہتی ہیں کہ میں مرا تو نہیں ہوں، مگر جلدی مرنے والا ہوں۔ جبکہ میرے بیٹے کا کہنا یہ ہے کہ میں بہت پہلے مر چکا ہوں۔''

''تو پھر؟'' یارِ غار کے چہرے پر طنز بھری مسکراہٹ برقرار تھی۔

''آپ کی کیا رائے ہے اِس بارے میں؟'' میں سرتاپا سوالیہ نشان بن کر رہ گیا۔ شاید اِس لئے کہ میں اپنے یارِ غار کی رائے کو از حد اہمیت دیتا تھا۔

پہلے تو اُس نے ایک طنز بھرا قہقہ لگایا۔ جو شاید اُس کی زندگی کا سب سے زیادہ پُر اسرار قہقہ تھا۔ اور پھر مسکراتے ہوئے کہا:

''میری جان! کیا سچ مُچ آپ کو میری رائے چاہئیے اِس بارے میں؟''

''ہاں ہاں، اسی لئے تو آیا ہوں آپ سے ملنے۔'' میں نے سُرعت سے کہا اور سوچ میں پڑ گیا۔

''میری رائے یہ ہے کہ آپ نہ مرے ہیں اور نہ زندہ ہیں، بلکہ موت وحیات کے بیچ میں لٹک رہے ہیں۔''

''کیا مطلب ہے آپ کا؟''

''مطلب یہ کہ آپ کی موت و حیات دونوں برابر ہیں۔''

اپنے یارِ غار کی یہ مایوس کن رائے سُننے کے بعد، میں دنیا کے ہر رشتے سے بدظن ہو گیا۔ اور دل ہی دل میں یہ طے کرنے لگا کہ 'اگر مجھ میں ابھی تک زندگی کی کوئی نہ کوئی رمق باقی ہے، تو میں اُسے بھی جلد از جلد ختم کر دوں گا۔'

یارِ غار سے جُدا ہو کر کچھ ہی دور چلا تھا کہ عقبی جانب سے کسی کی آواز آئی۔

''کیا بات ہے؟ آج آپ کا مُنہ لٹک رہا ہے۔''

میں نے یہ آواز پہچان لی۔ یہ میرے دشمنِ جاں کی آواز تھی، جو ہمیشہ مجھے نقصان اور اذیت پہنچانے کے درپے رہتا تھا۔ حتیٰ کہ میری جان لینے کے لئے بھی منصوبے بناتا رہتا تھا۔ میں جلدی سے پلٹ پڑا اور اُس کی جانب بڑھتے ہوئے بولا۔

''آج پہلی بار آپ کی رائے بھی لینا چاہتا ہوں۔''

''کس بارے میں؟'' اُس نے حیرانی سے پوچھا۔

''اپنے بارے میں۔''

''بتائیے، کیا پوچھنا ہے؟''

''مرنے کے بعد، مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ میں زندہ ہوں، لیکن میرے قریبی لوگ اِس بات سے متفق نہیں ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں جلدی مرنے والا ہوں۔ کوئی کہتا ہے کہ میں مر چکا ہوں، اور کوئی کہتا ہے کہ میری موت وحیات دونوں برابر ہیں۔ لیکن میں جاننا چاہتا ہوں کہ اِس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟''

دشمنِ جاں نے زندگی میں پہلی بار مجھے دوستانہ انداز سے دیکھا اور پُر خلوص لہجے میں کہا:

''نہیں، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آپ کے تمام قریبی لوگوں کی آراء یکسر غلط ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ زندہ ہیں، بلکہ بھر پور انداز میں زندہ ہیں۔ اِس بات کا بیّن ثبوت یہ ہے کہ میں بھی زندہ ہوں۔ بفرضِ محال اگر آپ زندہ نہ ہوتے، تو پھر میں بھلا کیسے زندہ رہ سکتا؟''

دشمنِ جاں کی یہ حوصلہ افزا رائے سن کر، میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ اور یہ سوچتے ہوئے اطمینان سے گھر لوٹ آیا، کہ شاید مجھ پر درست انکشاف ہوا تھا۔

منشیات کی روک تھام کا عالمی دن

ہر سال چھبیس جون کو منشیات کے خلاف عالمی دن منایا جاتا ہے۔تقریریں ہوتی ہیں، بینرز لگتے ہیں،شعوری مہمات شروع کی جاتی ہیں لیکن اصل میدانِ عمل میں حالات پہلے سے زیادہ بگڑ چکے ہوتے ہیں۔بلوچستان کے سرحدی اضلاع چمن اور قلعہ عبداللہ وہ علاقے ہیں جہاں آج بھی نوے فیصد زرعی زمینوں پر افیون جیسی مہلک منشیات کی کاشت ہو رہی ہے۔نہ صرف یہ ایک سنگین قانونی جرم ہے بلکہ یہ نوجوان نسل کی تباہی کا وہ راستہ ہے جسے ریاستی غفلت نے مزید ہموار کر دیا ہے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ اس سارے عمل میں حکومتی ادارے خاص طور پر انٹی نارکوٹکس فورس (اے این ایف) مکمل خاموشی اختیار کیے ہوئے ہے۔ایسا لگتا ہے جیسے ان اضلاع میں ان اداروں کا کوئی وجود ہی نہیں۔ نہ کارروائی ہوتی ہے نہ فصل تلف کی جاتی ہے نہ زمینیں ضبط ہوتی ہیں اور نہ ہی منشیات فروشوں کے خلاف کوئی نمایاں کارروائی دیکھنے کو ملتی ہے۔ ان علاقوں کے نوجوان نشے کی لت میں مبتلا ہو رہے ہیں۔تعلیمی ادارے ان کے لیے بے کار ہو چکے ہیں۔ بازاروں میں منشیات با آسانی دستیاب ہے اور اسپتالوں میں نشہ آور اشیاء کے شکار نوجوانوں کی قطاریں طویل ہوتی جا رہی ہیں۔ان نوجوانوں کو معاشرہ بوجھ سمجھ کر چھوڑ رہا ہے،مگر اصل ذمہ داری ان اداروں پر ہے جنہیں اس صورتحال پر قابو پانا تھا۔افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ افیون کی کاشت کو باقاعدہ تحفظ حاصل ہے۔بعض مقامی بااثر افراد، سیاستدان اور بعض اوقات حکومتی اہلکار بھی اس نیٹ ورک کا حصہ نظر آتے ہیں۔ جب ریاستی ادارے اپنی بنیادی ذمہ داریاں چھوڑ دیں تو غیر ریاستی عناصر خود بخود طاقتور ہو جاتے ہیں۔ اب وقت آچکا ہے کہ حکومت خاموشی توڑے۔افیون کی فصل کو فوراً تلف کیا جائے زمینوں کو ضبط کیا جائے اور کسانوں کو متبادل فصلوں کے لیے مالی امداد اور تربیت فراہم کی جائے۔ انٹی نارکوٹکس فورس کو خصوصی اختیارات دے کر فوری آپریشنز کروائے جائیں تاکہ منشیات کے نیٹ ورک کو جڑ سے ختم کیا جاسکے۔اس کے ساتھ ساتھ بحالی مراکز کا قیام ناگزیر ہو چکا ہے۔ایسے نوجوان جو نشے کی لعنت میں مبتلا ہو چکے ہیں ان کے لیے ریاستی سطح پر بحالی، تعلیم اور ہنر کے مواقع مہیا کیے جائیں تاکہ وہ دوبارہ زندگی کی طرف لوٹ سکیں۔ یہ مسئلہ صرف حکومت یا کسی ایک محکمے کا نہیں، یہ پورے معاشرے کا مسئلہ ہے۔علمائے کرام، اساتذہ، قبائلی مشران، سماجی کارکن اور میڈیا سب کو مل کر اس مہم کا حصہ بننا ہوگا۔آج ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں کو زندہ قوم کا سرمایہ بنائیں گے یا انہیں منشیات کے قبرستان میں دفن ہوتا دیکھیں گے۔ اگر ہم اب بھی خاموش رہے تو کل کی نسل ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔

(حافظ محمد صدیق)

کئی ممالک جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدیوں کے بحران میں مبتلا

جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے ان کے حقوق سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ بہت سے ممالک کی جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی بھرے ہیں جنہیں طبی سہولیات، صاف پانی اور صحت وصفائی کے انتظام جیسے بنیادی حقوق حاصل نہیں۔ اقوام متحدہ نے تمام حکومتوں پر زور دیا ہے کہ وہ قیدیوں کے حالات میں بہتری لانے کے لیے نظام انصاف میں ضروری اصلاحات کو یقینی بنائیں۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آج اس مسئلے پر ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس میں معاشروں کو جرائم سے بہتر تحفظ فراہم کرنے کے لیے مجرموں کو قید کے بعد زندگی کی بحالی میں مدد دینے کے طریقوں پر بات چیت کی گئی۔ایک دہائی قبل اسمبلی نے 'نیلسن منڈیلا ضوابط' کی منظوری دی تھی جو 122 رہنما ہدایات کا مجموعہ ہے۔اس میں قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کے حوالے سے کم از کم ضابطے متعین کیے گئے ہیں۔ یہ اقدام دنیا کے بااثر ترین سابق قیدی اور جنوبی افریقہ میں شہری حقوق کے لیے کام کرنے والی نمایاں ترین شخصیت اور ملک کے سابق صدر نیلسن منڈیلا کی زندگی اور جدوجہد سے تحریک پا کر شروع کیا گیا۔ان ضوابط کا مقصد قیدیوں کے تحفظ، سلامتی اور انسانی وقار کو یقینی بنانا اور قید خانوں کے عملے کے لیے واضح قوانین اور اصول پیش کرنا ہے۔

حقوق سے محرومی

اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسداد منشیات و جرائم (یو این او ڈی سی) کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر غادہ ولی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا بھر میں قیدیوں کی تعداد ایک کروڑ 15 لاکھ ہے۔ جب جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھے جاتے ہیں تو وہ اپنے بہت سے حقوق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ایسے حالات میں نا صرف انہیں اور جیل کے عملے کو خطرات لاحق ہوتے ہیں بلکہ سزا کاٹنے کے بعد ان قیدیوں کو معاشرے کا کارآمد شہری بنانے کی کوششوں کو بھی نقصان ہوتا ہے اور اس سے پورے سماج پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

خواتین قیدیوں کے لیے خطرات

گزشتہ 20 برس کے دوران دنیا بھر کی جیلوں میں خواتین قیدیوں کی تعداد 57 فیصد بڑھ گئی ہے جو مردوں کے مقابلے میں تقریباً تین گنا بڑی شرح ہے۔ غادہ ولی نے کہا کہ بیشتر ممالک میں جیلوں کا نظام ان قیدیوں کی مخصوص ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ یہ نہ تو محفوظ صورتحال ہے اور نہ ہی یہ انسانی حالات کہے جاسکتے ہیں۔ حراستی مراکز میں خواتین کو جنسی تشدد، تولیدی صحت کی سہولیات تک محدود رسائی اور اپنے بچوں سے علیحدگی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

غیر معمولی اصلاحات کی ضرورت

غادہ ولی نے کہا کہ صورتحال میں اصلاح کے لیے محض جیل کی دیواروں اور سلاخوں کے بجائے لوگوں اور ان کے امکانات پر توجہ دینا ہوگی۔حکومتوں کو یہ سوچنا ہوگا کہ قیدیوں کے حالات کیسے بہتر بنائے جاسکتے ہیں۔اگر ذمہ دارانہ طور سے کام کیا جائے تو جیلیں عوام کے تحفظ، انصاف اور قانون کی عملداری میں مدد دے سکتی ہیں۔لیکن دور حاضر میں جیلوں کا ماحول عموماً خطرناک اور غیر مفید ہوتا ہے۔اجلاس میں اقوام متحدہ کے حکام نے واضح کیا کہ جیلوں کے حوالے سے اصلاحاتی کام میں قیدیوں کی بحالی کو مرکزی اہمیت دینا ہوگی اور ایسے نظام وضع کرنا ہوں گے کہ قیدی سزا مکمل کرنے کے بعد دوبارہ جرائم کی زندگی کی طرف جانے کے بجائے معاشرے کے کارآمد رکن ثابت ہوں۔اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر فائیمن یانگ نے اجلاس سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اصل انصاف یہ نہیں کہ کسی کو سزا کیسے دی جاسکتی ہے بلکہ قیدیوں کا تحفظ، انکی بحالی اور ہر جگہ ہر ایک کے لیے بہتر مستقبل کی تعمیر ہی حقیقی انصاف ہے۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

چولستان میں مبینہ پیاس سے ایک شخص جاں بحق

چولستان چولستان کے علاقے ٹوبہ فاضل والہ میں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا ہے جہاں مبینہ طور پر پانی نہ ملنے کے باعث ایک شخص جاں بحق ہوگیا۔ذرائع کے مطابق نعش چار روز پرانی ہے اور ویرانے میں ملی ہے۔مزید یہ کہ جاں بحق شخص کی شناخت نہیں ہوسکی اور نہ ہی اس کی جیب سے شناختی کارڈ ملا ہے لگتا ہے متاثرہ شخص کئی دنوں سے بے راستے اور پانی کی تلاش میں بھٹک رہا تھا۔ یہ واقعہ چولستان میں پانی کی قلت اور حکومتی عدم توجہ کا ایک اور دلخراش ثبوت ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ چولستان میں فوری طور پر پانی کی فراہمی کے پائیدار اور مؤثر اقدامات کیے جائیں تاکہ مزید قیمتی جانیں ضائع نہ ہوں۔

(محمد اسد اللہ خواجہ)

کوششوں کے باوجود دنیا سے بچہ مزدوری کا مکمل خاتمہ نہیں ہوسکا، رپورٹ



----- بارہ سالہ ٹینا ساؤ مشرقی مڈغاسکر کی ایک کان میں دن بھر رینگ کر دو کلوگرام چمک دار معدن مائیکا جمع کرتی ہیں۔ وہ ٹانگوں سے معذور ہونے کے باعث چل پھر نہیں سکتیں۔ مائیکا سے انہیں جو اجرت ملتی ہے اس سے ان کا گھرانہ روزانہ کھانے کا بندوبست کرتا ہے۔ مڈغاسکر میں ٹینا ساؤ جیسے 10 ہزار بچے مائیکا کی بے قاعدہ صنعت میں کام کرتے ہیں۔ یہ معدن رنگ وروغن، کاروں کے پرزوں اور جسمانی آرائش کے کام میں استعمال ہوتی ہے۔ان میں بہت سے بچے اپنے والدین اور دادا دادیوں کے ساتھ خطرناک حالات میں کام کرتے ہیں۔ مائیکا جمع کرتے ہوئے گرد کے نقصان دہ ذرات سانس کے ذریعے ان کے منہ میں چلے جاتے ہیں جس سے صحت کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ان میں کئی بچے ایسے ہیں جو پہلے تعلیم حاصل کرتے تھے لیکن جب انہیں اس کام پر مجبور ہونا پڑا تو ان کی پڑھائی چھوٹ گئی۔ ٹینا ساؤ کے دادا بھی اسی کان میں کام کرتے ہیں۔ان کا کہنا ہے کہ یہ کام اب ان کے لیے آسان نہیں ہے لیکن اگر وہ اسے ترک کر دیں تو کھانا نہیں کھا پائیں گے۔ یہاں بقا کے لیے مرد وخواتین اور بچوں سمیت سبھی کو کام کرنا پڑتا ہے۔2015 میں اقوام متحدہ نے 2025 تک دنیا بھر سے بچہ مزدوری ختم کرنے کا ہدف مقرر کیا تھا لیکن عالمی ادارہ محنت (آئی ایل او) اور عالمی ادارہ برائے اطفال (یونیسف) کے مطابق، اس ہدف کے حصول کی جانب پیش رفت بہت سست ہے۔ دونوں اداروں کی ایک مشترکہ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ تقریباً 138 ملین بچے اب بھی محنت مزدوری کرتے ہیں۔ تاہم، یہ تعداد 2020 کے مقابلے میں 12 ملین کم ہے۔' آئی ایل او' کے ڈائریکٹر جنرل گلبرٹ ہونگ بو نے کہا ہے کہ اس رپورٹ کے نتائج امید افزا ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ پیش رفت ممکن ہے لیکن اس کے لیے یہ حقیقت یاد رکھنا ہوگی کہ ابھی بہت سا کام باقی ہے۔

مزدور بچوں کا خطرناک کام

یونیسف کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر کیتھرین رسل نے کہا ہے کہ 2000 کے بعد مزدور بچوں کی تعداد میں 100 ملین سے زیادہ کمی واقع ہوئی ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کے پاس اس مسئلے پر قابو پانے کا خاکہ موجود ہے تاہم اس پر مزید کام ہونا چاہیے۔ بہت سے بچے کارخانوں، کھیتوں اور کانوں میں مشقت کرتے ہیں اور ان میں بیشتر کو اپنی بقا کے لیے خطرناک کام کرنا پڑتا ہے۔' آئی ایل او' میں بچہ مزدوری کے مسئلے پر کام کرنے والے ماہر نجمن سمتھ نے یو این نیوز کو بتایا کہ بچوں کا ہر کام بچہ مزدوری نہیں ہوتا بلکہ وہی کام اس ذیل میں آتا ہے جو بچوں کو ان کے بچپن سے محروم کر دے اور جس سے ان کی صحت وترقی کو خطرہ ہو۔ دنیا بھر میں 54 ملین بچوں کو کان کنی سمیت خطرناک کام کرنا پڑتے ہیں۔افریقی ملک بینن سے تعلق رکھنے والی 13 سالہ ہونورائن بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ وہ تعمیراتی مقصد کے لیے کھودے گئے ایک وسیع گڑھے سے بجری نکالنے کا کام کرتی ہیں اور انہیں فی ٹوکری کے حساب سے اجرت ملتی ہے۔ وہ ہیئر ڈریسر بننا چاہتی ہیں اور اس مقصد کو لے کر رقم جمع کرتی رہتی ہیں۔

نسل در نسل مزدوری

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بچہ مزدوری نسل در نسل چلتی ہے۔ایسے بچوں کو عام طور پر تعلیم تک رسائی میں مشکلات کا سامنا رہتا ہے جس کے باعث وہ مستقبل کے مواقع سے محروم ہو جاتے ہیں اور اس طرح غربت کے دائمی چکر میں پھنسے رہتے ہیں۔' آئی ایل او' کے ماہر اور رپورٹ کے مرکزی مصنف فیڈریکو بلانکو نے کہا ہے کہ اس مسئلے کو محض شماریاتی طور پر دیکھنا درست نہیں ہوگا۔اس سے متعلقہ ہر ہندسے کے پیچھے ایک بچہ ہے جو تعلیم، تحفظ اور باوقار مستقبل کا حق رکھتا ہے۔ بنگلہ دیش میں روہنگیا پناہ گزین کیمپ میں رہنے والی 13 سالہ نور کو ان کے والدین نے سکول سے اٹھا لیا تھا تاکہ وہ کوئی کام کر کے گھر چلانے میں مدد دیں۔ کیمپ کے قریب یونیسف کے ایک مرکز پر تعینات اہلکار نے انہیں کام کرتے دیکھا تو ان کے والدین سے بات کر کے انہیں دوبارہ سکول میں داخل کروایا۔ نور کا کہنا ہے کہ کبھی وہ استاد بننے کا خواب دیکھتی تھیں۔ تاہم جب انہیں سکول سے اٹھایا گیا تو انہوں نے سوچا کہ شاید اب وہ کبھی اپنا یہ خواب پورا نہیں کر سکیں گی۔ لیکن اب انہیں محسوس ہوتا ہے کہ ان کے لیے پڑھ لکھ کر استاد بننا ممکن ہے۔

کلی طریقہ کار کی ضرورت

یونیسف اور' آئی ایل او' نے اس مسئلے کو تعلیمی، معاشی اور سماجی تناظر میں حل کرنے کے لیے حکومتوں کے تمام شعبوں کی جانب سے مربوط پالیسی اپنانے پر زور دیا ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بچہ مزدوری کا خاتمہ کرنے کی کوششوں میں ان حالات کو مدنظر رکھنا ضروری ہے جن کی وجہ سے والدین اپنے بچوں کو پڑھنے لکھنے کے بجائے کام پر بھیجتے ہیں۔اس معاملے میں والدین کے لیے اجتماعی سودے بازی اور محفوظ کام کے حقوق بھی بہت اہم ہیں۔ سمتھ کا کہنا ہے کہ اگر بڑوں کو کام کے اچھے حالات میسر ہوں گے تو غربت میں کمی آئے گی جو لامحالہ بچہ مزدوری میں کمی پر منتج ہوگی۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ دنیا بھر کے خطوں میں مزدور بچوں کی تعداد میں کسی نہ کسی حد تک کمی ضرور آئی ہے۔اس وقت ذیلی صحارا افریقہ کے ممالک میں اس مسئلے کی شدت دیگر جگہوں کے مقابلے میں زیادہ ہے جہاں دنیا کے دو تہائی بچہ مزدور پائے جاتے ہیں۔

(نامہ نگار)

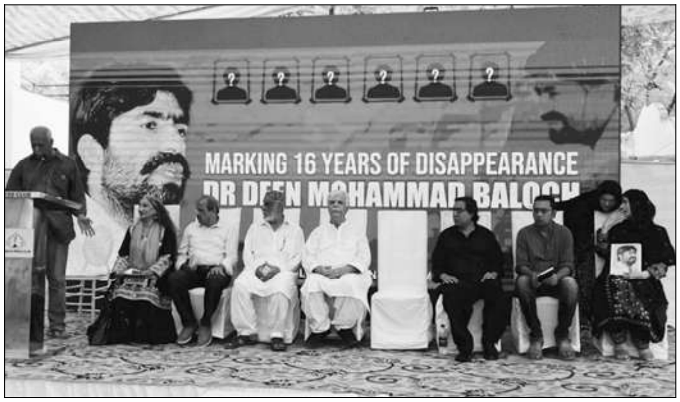
شہریوں کو ہراساں کرنے کا سلسلہ جاری

خیبر زوان کوکی خیل اتحاد کور کمیٹی کے ممبر محمد صدیق آفریدی نے کہا ہے کہ کارخانو مارکیٹ جانے والے ضلع خیبر کے پرامن اور معزز شہریوں کو کارخانو پھاٹک پر پشاور پولیس کی جانب سے بلاجواز ہراساں کیا جارہا ہے، نہ صرف مردوں کو غیر ضروری طور پر روکا جاتا ہے بلکہ خواتین کی تلاشی لے کر ان کی توہین کی جارہی ہے جو ناقابلِ برداشت اور ناقابلِ قبول ہے۔ہم واضح کرتے ہیں کہ اپنے معزز شہریوں، بالخصوص خواتین کی عزت وحرمت پر کوئی سمجھوتہ نہیں کریں گے۔انہوں نے سی سی پی او پشاور اور متعلقہ پولیس حکام سے مطالبہ کیا کہ اس غیر قانونی اور غیر اخلاقی عمل کو فوری طور پر بند کیا جائے بصورتِ دیگر وہ پُرامن لیکن مؤثر احتجاج پر مجبور ہوں گے، اور اگر اس دوران کسی قسم کا نقصان یا ناخوشگوار واقعہ پیش آیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری پشاور پولیس پر عائد ہوگی۔ (منظور آفریدی)

ٹرک میں آگ لگ گئی

نوشکی 28اپریل کو ٹرک اڈہ میں ایرانی تیل سے بھری ٹرک میں وائرنگ کی درستگی کے دوران ٹرک میں آگ لگ گئی۔ ڈرائیور جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے جلتے ہوئے ٹرک کو قریبی کھیت تک لے گیا اور اس طرح نوشکی کو ایک بڑی تباہی سے بچا لیا کیونکہ ٹرک اڈہ میں درجنوں دکانوں پر پیٹرول اور ڈیزل کے ہزاروں کی تعداد میں ڈرم موجود تھے۔ تیل ٹرک کے آگ کو بجھانے کے لئے میونسپل کمیٹی کے فائر بریگیڈ آگ بجھانے کے دوران آگ کے لپیٹ میں آگئی جس سے فائر بریگیڈ کے دو اہلکار جھلس کر جاں بحق ہوگئے اور فائر بریگیڈ کی گاڑی بھی جل کر خاکستر ہوگئی۔اس سانحہ میں 35 نوجوان جھلس کر زندگی کی بازی ہار گئے جس دو سگے بھائی بھی شامل تھے۔ ڈی ایس پی پولیس سمیت چھ پولیس اور 74 افراد زخمی ہوگئے جن میں 35افراد موت زیست کی کشمکش میں زندگی کی بازی رہا گئے۔گزشتہ شب کردگاپ میں گیس بوزر کے آگ بجھانے کے لئے کوئٹہ اور مستونگ سے فائر بریگیڈ کی گاڑیاں منگوائی گئیں اور اس طرح 8 گھنٹے بعد آگ پر قابو لیا گیا۔نوشکی کے قبائلی رہنما میر محمد اشرف جمالدینی، میر جیند احمد جمالدینی، میونسپل کمیٹی کے کونسلر زویب ساسولی، کونسلر ایڈوکیٹ لیاقت علی مینگل، چیرمین یونین کونسل باغک مل میر عبدالرحمان لانگو، چیرمین یونین کونسل کیشنگی محمد انور مینگل، چیرمین یونین کونسل صاحبزاد حاجی گل رودینی، چیرمین یونین کونسل بادینی میر محمد جان بادینی، چیرمین محمد ابرائیم جمالدینی اور عوامی اور سماجی حلقوں نے حکومت بلوچستان کی توجہ اس مسئلے کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ میونسپل کمیٹی نوشکی میں ترجیحی بنیادوں پر فائز بریگیڈ کی فراہمی عمل میں لانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ (محمد

'ڈاکٹر دین محمد بلوچ کے بغیر 16 سال' کے عنوان سے سیمینار کا انعقاد



کراچی بلوچ سیاسی رہنما اور جبری گمشدگی کا شکار بلوچستان نیشنل موومنٹ (بی این ایم) کے رہنما ڈاکٹر دین محمد بلوچ کی گمشدگی کو 16 سال مکمل ہونے پر کراچی پریس کلب میں 'ڈاکٹر دین محمد بلوچ کے بغیر 16 سال' کے عنوان سے ایک سیمینار کا انعقاد کیا گیا۔ یہ سیمینار اتوار کے روز منعقد ہوا جس میں بڑی تعداد میں صحافیوں، وکلا، انسانی حقوق کے کارکنان، سول سوسائٹی کے نمائندوں اور جبری لاپتہ افراد کے لواحقین نے شرکت کی۔

سیمینار کی نظامت ڈاکٹر دین محمد بلوچ کی بیٹی مہلب بلوچ نے کی، جبکہ اس موقع پر ممتاز شخصیات نے خطاب کیا۔مقررین میں کراچی پریس کلب کے صدر فاضل جمیلی، سینئر صحافی وسعت اللہ خان، مظہر عباس، پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق کے چیئرپرسن اسد بٹ، معروف سماجی کارکن وفنکارہ شیما کرمانی، بلوچ یکجہتی کمیٹی کی رہنما اور ڈاکٹر دین محمد بلوچ کی بیٹی سمی دین بلوچ، بی وائی سی کراچی کے لالہ وہاب بلوچ اور کامریڈ خرم علی شامل تھے۔

مقررین نے بلوچستان میں جبری گمشدگیوں کے بڑھتے ہوئے واقعات پر شدید تشویش کا اظہار کرتے ہوئے اسے ایک سنگین انسانی المیہ قرار دیا۔انہوں نے کہا کہ یہ سیمینار ریاستی جبر کے خلاف جاری تحریک کی ایک علامت ہے، جو جبری گمشدگیوں کے خلاف آواز بلند کرنے اور لاپتہ افراد کی بازیابی کے مطالبے کو اجاگر کرتا ہے۔

سمی دین بلوچ اور مہلب بلوچ کے حوالے سے شرکاء کا کہنا تھا کہ دونوں بچپن سے اپنے والد کی بازیابی کے لیے کراچی پریس کلب کے باہر احتجاج کرتی آئی ہیں، اور آج بھی ان کی جدوجہد جاری ہے۔تاہم سولہ برس گزرنے کے باوجود ریاست تاحال ان کے والد کے بارے میں کوئی جواب دینے سے قاصر ہے۔شرکاء نے کہا کہ بلوچستان میں روزانہ جبری گمشدگیوں اور مسخ شدہ لاشوں کی برآمدگی کی اطلاعات موصول ہورہی ہیں، لیکن ملکی میڈیا اور ادارے ان آوازوں کو دبانے کی کوشش کررہے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ اگر ریاست کو لگتا ہے کہ خوف کے ذریعے لوگوں کی جدوجہد ختم کی جاسکتی ہے تو وہ سخت غلطی پر ہے، کیونکہ عوام کی مزاحمت جاری ہے۔بلوچ یکجہتی کمیٹی کی رہنما سمی دین بلوچ نے کہا کہ سندھ پولیس کی بھاری نفری، راستوں کی بندش اور شرکاء کو ہراساں کرنے کی تمام کوششوں کے باوجود عوام کی بڑی تعداد نے سیمینار میں شرکت کی اور جبری گمشدگیوں کے خلاف اپنی آواز بلند کی۔سیمینار کے اختتام پر سمی دین بلوچ نے تمام معزز مہمانوں اور شرکاء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ وہ ان تمام لوگوں کی ممنون ہیں جنہوں نے اس جدوجہد سے یکجہتی کا اظہار کیا اور ہماری آواز بنے۔ (بشکریہ زرمبش اردو)

ڈرون کے ذریعے بم گرایا گیا

خیبر ضلع خیبر کی وادی تیراہ میں 31 مئی کو ایک افسوسناک اور تشویشناک واقعہ پیش آیا ہے جہاں مقامی رہائشی شمشاد آفریدی کے گھر پر ڈرون کے ذریعے بم گرایا گیا۔اس حملے کے نتیجے میں شمشاد کی اہلیہ اور ان کے چار کمسن بچے شدید زخمی ہوئے، جنہیں فوری طور پر باغ کے ہسپتال منتقل کردیا گیا ہے۔جبکہ اسی گھر کے نزدیک 500 میٹر کے فاصلے پر فوج کی ایک اہم چوکی ہے جس میں جدید کیمرے تک لگے ہیں جس سے سارا علاقہ کلومیٹروں تک کلیئر دیکھا جاسکتا ہے، تو پھر کس بنیاد پر گھر پر ڈرون حملہ کیا جاتا ہے۔علاقہ پہلے ہی کئی سالوں سے مسلسل فوجی کارروائیوں، بے دخلیوں، اور بدامنی کی لپیٹ میں ہے۔لوگ کئی بار اپنا سب کچھ کھو چکے ہیں۔اس کے باوجود آج بھی انہی علاقوں کو مشکوک سمجھ کر کارروائیوں کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔اس طرح کے ڈرون سے بم گرانے اور عام شہریوں کے گھروں پر مارٹر گولے برسانے سے ان لوگوں کو علاقہ چھوڑنے پر مجبور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ یہ علاقے ریاست اپنی پراکسی جنگ کے لیے استعمال کریں۔ (مسعود شاہ)

لاپتہ نوجوان کی بازیابی کا مطالبہ

نوشکی نوشکی کے رہائشی تعلیم یافتہ نوجوان عبدالغنی بلوچ کی جبری گمشدگی کے خلاف ان کے اہلِ خانہ کی اپیل پر احتجاجی ریلی نکالی گئی۔ ریلی میں عبدالغنی بلوچ کے اہلِ خانہ، خواتین، بچوں اور نوجوانوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ سے عبدالغنی بلوچ کے اہلِ خانہ، مزمل بلوچ کی ہمشیرہ اور سیاسی ورکر نذیر بلوچ نے خطاب کیا۔ مقررین نے کہا کہ عبدالغنی بلوچ ایک باصلاحیت اور تعلیم یافتہ نوجوان ہے جسے خضدار سے بلا جواز جبری لاپتہ کر دیا گیا جو نہ صرف قابل مذمت ہے بلکہ انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزی کے زمرے میں آتا ہے۔ مقررین نے کہا کہ بلوچستان کے مختلف علاقوں سے روزانہ کی بنیاد پر درجنوں بلوچ تعلیم یافتہ نوجوانوں کو جبری گمشدہ کرنا روز کا معمول بن چکا ہے جس کی وجہ سے لاپتہ افراد کے خاندان اذیت سے دوچار ہو رہے ہیں۔ ایسے منفی ہتھکنڈوں سے نفرت کی خلیج بڑھ رہی ہے جو کسی طرح بھی ملک قوم کے مفاد میں نہیں ہے۔ مقررین نے حکومت اور اداروں سے مطالبہ کیا کہ عبدالغنی بلوچ اور دیگر لاپتہ نوجوانوں کو فوری طور پر منظر عام پر لاکر رہا کیا جائے۔ اگر کسی نے کوجرم یا غلطی کی ہے تو انہیں عدالتوں میں پیش کریں اور جرم ثابت ہونے پر سزا دیں اور اس طرح کے غیر آئینی اور غیر قانونی طریقوں سے اجتناب کریں۔ قانونی اور آئین کی خلاف ورزیوں کے مرتکب افراد کے خلاف قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔ مقررین نے کہا کہ بلوچستان میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں، جبری گمشدگیوں اور تشدد زدہ لاشوں کی برآمدگی سے بلوچستان میں امن امان کی صورتحال مزید ابتر ہو رہی ہے۔ اگر ظلم و زیادتیوں کا سلسلہ بند نہیں کیا گیا تو بلوچستان میں احتجاجی تحریک کا دائرہ کار وسیع کر کے سخت اقدامات اٹھانے پر مجبور ہوں گے۔ احتجاجی مظاہرین نے اس موقع پر زبردست نعرے بازی بھی کی۔ (سعید بلوچ)

6 ہاری بازیاب

عمرکوٹ 4 جون کو کنری پولیس نے سیشن کورٹ عمرکوٹ کے حکم پر بستاں میں زمیندار پرسو مالہی کی زرعی زمین پر چھاپہ مار کر جبری مشقت کے شکار کولہی قبیلے کے 06 ہاری افراد ہر ایک ونو، ہیتل، دھانی، سول، تیرتھ اور دیگر کو راجچند کولہی کی طرف سے اہل خانہ کی مبینا قید سے بازیابی کے لئے دی گئی درخواست پر بازیاب کرالیا۔ عدالت نے تمام ہاریوں کو اپنی مرضی اور پسند کے مطابق آزاد زندگی گزارنے کی اجازت دے دی۔ (نامہ نگار)

ہاریوں پر مار پیٹ اور مقدمہ بھی

عمرکوٹ 29 مئی کو ضلع عمرکوٹ کی تحصیل سامارو کی دیھ ہیرل کے گوٹھ میر علی نواز ٹالپر کے بااثر زمیندار میر عارف ٹالپر نے اپنے ہاریوں ماچھی برادری کے افراد پر چوری کا الزام لگا کر ہاریوں کے گھروں میں گھس کر عورتوں کو گالیاں دیں، تذلیل کی اور عورتوں اور بچوں کو مار پیٹ کا نشانہ بھی بنایا۔ اس وقت عورتیں اور بچے زور دار آواز میں روتے اور منت سماجت کرتے رہے۔ لیکن بااثر زمیندار کو کوئی رحم نہیں آیا۔ زمیندار کی ایسی ظالمانہ اور گھٹیا حرکت کی وڈیو سوشل میڈیا پر وائرل ہوگئی۔ لیکن حد کی صوفی فقیر پولیس نے متاثرین کی دادرسی کرنے کے بجائے بااثر زمیندار کے حواری خدا بخش ولد الھڈ نولخو انی کی فریاد پر گناہ نمبر 09/2025 کے تحت ماچھی برادری کے مظلوم 5 مرد ہاریوں، اور ان کی 4 عورتوں سمیت کل 09 افراد ہر ایک عاشق، سجاد، متارو، واحد ڈنو، پرویز، عیدوز وجہ عاشق، حنیفاں زوجہ پرویز، حوراں زوجہ محبوب اور زاہدہ زوجہ منور وغیرہ کے خلاف بکرہ چوری کرنے اور زمیندار پر حملہ کرنے کا کیس درج کر کے 3 ہاریوں عاشق، سجاد اور متارو کی گرفتاری ظاہر کر کے عدالت میں پیش کر کے ریمانڈ بھی لے لیا۔ واقعے کے متعلق ماچھی برادری کے افراد کا کہنا تھا کہ بااثر زمیندار نے ہم پر چوری کا جھوٹا الزام لگا کر حملہ کر کے عورتوں کو مار پیٹ کا نشانہ بنایا۔ ہم پر جھوٹا اور بے بنیاد کیس درج کرا کے ہمارے 6 مردوں کو گرفتار کیا تھا۔ ان میں سے 3 کو کورٹ میں ظاہر کیا گیا جبکہ 3 کو گم کر دیا ہے۔ اس الزام پر پولیس نے کہا کہ ہم نے ماچھی برادری کے 3 افراد کو ہی گرفتار کیا تھا۔ جن کی گرفتاری کورٹ میں ظاہر کر دی گئی ہے۔ ماچھی برادری کی طرف سے ایک عورت زرینہ زوجہ عاشق ماچھی کی طرف سے سیشن کورٹ عمرکوٹ ایس ایس پی عمرکوٹ اور ایس ایچ او صوفی فقیر، زمیندار میر عارف ٹالپر سمیت 17 افراد کے خلاف کیس درج کرنے کے لئے درخواست دے دی ہے۔ (نامہ نگار)

پولیس اہلکاروں کے ساتھ صلح مسترد

جمرود صلح میں ان کو نظر انداز کیا گیا ہے اس حوالے سے ہمارے ساتھ کوئی مشاورت نہیں ہوئی۔ جان بادشاہ جمال خیل۔ پریس کلب میں صحافیوں کو جاری پریس ریلیز یعنی اخباری خبر میں انہوں نے کہا کہ جان بادشاہ ولد خان بادشاہ اپنے خاندان، قوم اور قبائلی وقار کے تحفظ کیلئے یہ چند سچائیاں سب کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ کچھ سال پہلے میری آبادی یعنی گھر، فیکٹری اور حجرہ کو پولیس نے مسمار کیا اس ظلم میں اُس وقت کے ڈی پی او، ایس ایچ او اور دیگر سرکاری اہلکار شامل تھے اس وقت میں خود جیل میں قید تھا مگر میرے بھتیجوں اور خاندان والوں نے خاموشی اختیار نہیں کی انہوں نے عدالت سے رجوع کیا ہم نے قانون کے مطابق اپنا حق مانگا اور اللہ کے فضل سے عدالت نے ہمارے حق میں فیصلہ دیا۔ انہوں نے کہا کہ عدالت نے ان پولیس حکام اور اہلکاروں کے خلاف ایف آئی آرز درج کرنے کا حکم صادر فرمایا لیکن فیصلہ آنے کے بعد وہی پولیس اہلکار، یعنی سابق ڈی پی او اور ایس ایچ او زنوات پر آئے انہوں نے نہ تو ہمارے قومی مشر حاجی نور بہادر سے رابطہ کیا اور نہ مجھ سے بلکہ انہوں نے چند کشران کے ذریعے خفیہ طور پر بیٹھ کر معافی حاصل کرنے کی کوشش کی ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے نام پر ایک معافی نامہ جاری کیا گیا ہے جیسے ہم نے انہیں معاف کر دیا ہو حالانکہ ہمیں اس کا کوئی علم نہیں تھا نہ اجازت تھی اور نہ فیصلے کی منظوری یہ سب کچھ ہماری قبائلی روایات، عزت، اور مشاورت کے اصولوں کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ کچھ مشران جنہیں روایات کا علم ہے پھر بھی ایسے فیصلے میں بیٹھے یہ ان کی کمزوری اور قبائلی روایات کی توہین ہے میں ایسے تمام مشران کو خبردار کرتا ہوں کہ آئندہ اگر کسی معاملے میں بیٹھک ہو تو مشورہ، عزت، اور اعتماد بنیادی اصول پر ہوں متعلقہ خاندان اور مشران کو باخبر رکھنا روایتی فرض ہے اسے پامال نہ کریں۔ انہوں نے کہا کہ یہ میرا کھلا مؤقف ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں جان بادشاہ ولد خان بادشاہ اور میرا سربراہ حاجی نور بہادر جمال خیل اور میرے کچھ بھتیجیاں اس نام نہاد فیصلے کو مکمل طور پر مسترد کرتے ہیں اور اپنے خاندان، قبیلے، اور مشران کی عزت کیلئے ہر محاذ پر ڈٹے رہے گے۔ (نامہ نگار)

سفری پابندیوں کے باعث عوام کو مشکلات کا سامنا

نوشکی بلوچستان میں گزشتہ دو ماہ سے شام چھ بجے کے بعد سفر پر پابندی کے باعث بلوچستان اور بالخصوص نوشکی خاران واشک چاغی تفتان مستونگ قلات منگوچر خضدار وڈھ لسبیلہ اوتھل حب چوکی اور مکران ڈویژن کے عوام کو انتہائی مشکلات وقت کے ضیاع مالی مصائب اور دیگر مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہیوی گاڑیوں کے مالکان کو گھنٹوں مختلف پوائنٹ پر گاڑیاں روکنے سے وقت کے ضیاع مالی مصائب اور دیگر پریشانیوں سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ بلوچستان کے شاہراہوں پر چیک پوسٹوں میں اضافہ سے مسافروں کو وقت کے ضیاع ذہنی پریشانیوں مریضوں کو بروقت علاج کی فراہمی میں تاخیر اور دیگر مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ بلوچستان کے شہریوں کے جان مال کا تحفظ اور آزادی سے سفر کی سہولیات کی فراہمی ریاست کی ذمہ داری بنتی ہے۔ بلوچستان کے عوام نے انسانی حقوق کے تنظیموں کی توجہ اس مسئلہ کی جانب مبذول کراتے ہوئے مطالبہ کیا ہے بلوچستان کے عوام کو شاہراہوں پر 24 گھنٹے باحفاظت سفر کی سہولیات کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے اقدامات کرتے ہوئے عوام کو سفر کی سہولیات کی فراہمی عمل میں لاتے ہوئے عوام کو دشواریوں مشکلات مالی مصائب ذہنی پریشانیوں اور وقت کے ضیاع سے نجات دلائی جائے۔ (محمد سعید)

اقلیتیں

احمدیوں کو عید کی اور جمعہ کی نمازوں کی ادائیگی سے روکنے کے لیے ایک گروہ سرگرم عمل

گلگت وطن عزیز پاکستان میں گزشتہ چند سالوں سے احمدیوں کو عید کی اور جمعہ کی نمازوں کی ادائیگی سے خاص طور پر روکنے کے لیے انتہا پسندوں کا ایک گروہ سرگرم عمل ہے۔عید کی آمد سے پہلے ہی احمدیوں کو تھانوں میں بلا کر ہراساں کر کے اور مقدمات کی دھمکیاں دے کر بعض تھانوں میں زبردستی تحریریں لکھوائی گئیں کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق قربانی نہیں کریں گے اور نہ ہی عید کی عبادت کریں گے اور اگر ایسا کریں گے تو انہیں جرمانہ کیا جائے گا۔ یہ واقعات زیادہ تر پنجاب اور سندھ کے بعض علاقوں میں پیش آئے۔اس طرح کی تحریروں کی کوئی قانونی بنیاد نہیں ہے۔احمدیوں کے ساتھ یہ سلوک نہ صرف امتیازی بلکہ غیر آئینی اور غیر قانونی ہے۔آرٹیکل 20 کے تحت ہر پاکستانی شہری کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔پاکستان میں احمدیوں کے ساتھ دیگر حقوق کی طرح مذہبی آزادی کے حق کی بھی مسلسل پامالی کی جارہی ہے۔عید کے موقع پر درج ذیل اہم واقعات کی مجھے اطلاعات ملی ہیں۔ضلع خوشاب،میر پور خاص،لودھراں،بھکر،راجن پور،عمر کوٹ،لاڑکانہ،کراچی وغیرہ میں احمدیوں کو حق عبادت سے محروم کرتے ہوئے اپنی عبادت گاہوں کی چاردیواری کے اندر عید کی عبادت کرنے سے انتظامیہ نے روک دیا۔شالامار ٹاؤن لاہور میں احمدی عید کی عبادت کر رہے تھے کہ انتہا پسند باہر جمع ہو گئے اور دریاں وغیرہ ڈال کر بیٹھ گئے اور اندر موجود احمدیوں کے خلاف کارروائی کرنے کا مطالبہ کیا۔انتہا پسندوں نے عید کی نماز بھی یہیں پڑھی۔شالامار کی احمدیہ عبادت گاہ کو باہر سے ویلڈنگ کر کے سیل کر دیا۔ پولیس نے محصور احمدیوں کو نکالا اور ان کے نام نوٹ کر کے انہیں گھر بھجوا دیا۔اس دوران چند احمدی نوجوان جو اس علاقہ میں موجود تھے نے انتہا پسندوں نے پہچان کر ان کا پیچھا کیا اور انہیں روک کر دست وگریباں ہونے کی کوشش کی۔عید کے موقع پر تین مقدمات درج ہوئے۔چھترا قربانی کی نیت سے رکھنے کو جواز بنا کر ایک احمدی سمیع اللہ ساکن کوٹ ہرا ضلع گوجرانوالہ کے خلاف تھانہ علی پور ضلع گوجرانوالہ میں زیر نمبر 1113 مورخہ 09 جون 2025ء، بجرم C-298 مقدمہ درج ہوا ہے۔ یہ مقدمہ بصیرت علی ضلعی ناظم خدمت خلق وٹکٹ ہولڈر تحریک لبیک علی پور چٹھہ کی مدعیت میں درج ہوا۔215 ج ب سمندری ضلع فیصل آباد میں ایک ہی احمدی گھر ہے جو مجاہد احمد کا ہے۔مجاہد احمد کچھ عرصہ قبل جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے جبکہ ان کے والد اور بھائی احمدی نہیں ہیں۔ان کے والد کے گھر قربانی ہورہی تھی۔انہوں نے ابھی بکرا ذبح ہی کیا تھا کہ ٹی ایل پی والوں کے ساتھ پولیس آگئی اور ان کو پکڑ کر سمندری تھانہ میں لے گئے۔بعدازاں مجاہد احمد کے خلاف تھانہ ترکھانی میں زیر نمبر 307 اور زیر دفعہ C-298 مقدمہ درج کرلیا گیا۔سلطان سکندر کالونی ضلع سرگودھا میں ایک احمدی ذوالفقار احمد اپنی چاردیواری کے اندر قربانی کررہے تھے کہ ہمسائے نے دیوار کے اوپر سے ویڈیو بنا کر پولیس کو اطلاع کردی جس پر پولیس اس احمدی کو گرفتار کر کے لے گئی۔پولیس نے تھانہ سلانوالی ضلع سرگودھا میں زیر نمبر 598 بجرم 298-سی مقدمہ درج کرلیا ہے۔بعض جگہوں پر احمدیوں کو خوفزدہ کر کے زبردستی ان کا مذہب تبدیل کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ناظم آباد کراچی میں عرفان الحق صاحب اور رضوان الحق فلیٹس میں رہائش پذیر ہیں۔چھ جون کو شام کے وقت پولیس اور تحریک لبیک کے کارکنان فلیٹ کے باہر آئے اور عرفان اور ان کے بیٹے کو پولیس جانور سمیت تھانے لے گئی۔حالات کے پیش نظر وہاں انہوں نے کلمہ بھی پڑھا۔جس پر لبیک والوں نے ان کو ہار وغیرہ پہنائے اور کہا کہ یہ مسلمان ہوگئے ہیں۔بعدازاں انہیں اور ان کے بیٹے کو جانور سمیت رہا کر دیا گیا۔مبارک احمد شاہ ساکن عزیز آباد کراچی نے اپنے فلیٹ کے نیچے 8 جون کو قربانی کی جس کی ویڈیو کسی نے بنا کر مخالفین کو بھجوادی جو پولیس کے ساتھ وہاں آگئے اور انہوں نے مبارک احمد شاہ کو مارا اور پھر چھری ڈنڈے لے کر ان کے گرد جمع ہوگئے اور کہا کہ جس طرح تم نے بکرے پر تکبیر پھیری ہے اسی طرح ہم تم پر پھیریں گے۔پھر مبارک احمد شاہ کو پولیس کے حوالے کردیا اور مقدمہ درج کرنے کا مطالبہ کیا۔پولیس انہیں ساتھ تھانہ شمن آباد لے گئی۔بعدازاں پولیس نے موصوف کو تھانہ لیاقت آباد شفٹ کردیا۔پولیس نے ان کے والد سے کہا کہ آپ اپنے بیٹے کی جان کی فکر کریں اور جو مولوی کہتے ہیں وہ مان جائیں۔جس پر مبارک احمد نے کلمہ پڑھا اور ختم نبوت پر ایمان کا حلف لیا۔بعض جگہوں پر احمدیوں کو قربانی کرنے سے روکنے کے مضحکہ خیز واقعات بھی پیش آئے۔سوبھاگہ سرگودھا میں ایک احمدی محمد سرفراز کے گھر بکرا موجود تھا۔قریبی مدرسے کے مولویوں نے پولیس کو اطلاع دی۔پولیس کی گاڑی میں اہلکاروں کے ہمراہ مولوی بھی آئے اور سرفراز صاحب اور ان کے بکرے کو تھانہ لے گئے۔سرفراز صاحب کا موقف تھا کہ بکرے کا کان کٹا ہوا ہے۔یہ قربانی کے لیے نہیں،ویسے ہی گھر رکھا ہوا تھا۔پولیس نے بھی مولویوں کو کہا کہ کان کٹے بکرے کی تو قربانی نہیں ہوسکتی۔مولویوں نے موقف اختیار کیا کہ اس بکرے کی قربانی ہوسکتی ہے۔جس پر پولیس نے کہا کہ اپنے مفتی سے فتوی لاکر دیں۔اس بحث مباحثہ کے بعد سرفراز صاحب کو گھر بھیج دیا گیا۔لیکن بکرا پولیس کے پاس ہی ہے،عید کے تین دن گزرنے کے بعد شاید پولیس واپس کردے۔نیشنل انسٹی ٹیوٹ ہیلتھ،اسلام آباد،اسلام آباد میں ایک احمدی نے اپنے برادر نسبتی جو احمدی نہیں ہے کے ساتھ بڑے جانور میں قربانی کا حصہ ڈالا ہوا تھا۔اس احمدی نے اپنا گوشت ہمسائے کو بھجوایا جس نے پولیس کو شکایت کردی۔

(عامر محمود)

تعلیم

استاد کے مبینہ تشدد سے طالب علم ہلاک

خیبر جمرود نجی سکول ٹیچر کا تشدد،معصوم طالبعلم جاں بحق،ڈی پی او خیبر کا فوری ایکشن،پولیس نے مرکزی ملزم کو ایک گھنٹے کے اندر گرفتار کرلیا،مقدمہ درج۔تفصیلات کے مطابق 30 مئی کو جماعت پنجم کا طالبعلم اتحاد ولد خیال مت خان ساکن سور کمر بھاگیاری سکول اسمبلی کے دوران پرنسپل وقار احمد نے معمولی سی بات پر بہیمانہ تشدد کا نشانہ بنایا،جس کے نتیجے میں ننھا طالبعلم شدید زخمی ہوگیا۔اسے فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا گیا،مگر وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جان کی بازی ہار گیا۔ڈی پی او خیبر رائے مظہر اقبال نے واقعے کا فوری نوٹس لیتے ہوئے ایس ایچ او جمرود نسیم خان کو فوری کارروائی کی ہدایت کی۔صرف ایک گھنٹے کے اندر اندر پولیس ٹیم نے جدید خطوط پر تفتیش کرتے ہوئے مرکزی ملزم وقار احمد کو گرفتار کر کے حوالات منتقل کردیا، جہاں اس کے خلاف مزید قانونی کارروائی عمل میں لائی جارہی ہے۔ڈی پی او رائے مظہر اقبال نے اپنے سخت ردعمل میں کہا کہ بچوں اور خواتین پر تشدد کسی بھی صورت برداشت نہیں کیا جائے گا۔کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ استاد جیسے مقدس رتبے کو استعمال کر کے ظلم کرے۔استاد ایک روحانی باپ ہوتا ہے،لیکن اس درندہ صفت شخص نے مقدس پیشے کو داغدار کیا ہے۔ہم اس واقعے کو مثال بنائیں گے تاکہ آئندہ کسی کو جرات نہ ہو کہ وہ تعلیم کے نام پر بچوں پر ظلم کرے۔ (مسعود شاہ)

عورتیں

لڑکی کا مبینہ اغواء

نوشہروفیروز نوشہروفیروز مہران ہائی وے سے متصل پیروسن کے نواحی گاؤں فیض محمد موجائی کے رہائشی نذیر موجائی اپنی بیٹی آمنہ موجائی کے ہمراہ تھانہ پیروسن پہنچے جہاں انہوں نے پولیس کو بتایا کہ ملزم مزمل عرف مجنو موجائی اپنے دوست کے ہمراہ آدھی رات کو گھر میں گھس کر آمنہ موجائی کو گھر سے اغوا کر کے لے گئے۔ آمنہ موجائی نے تھانہ پیروسن میں اپنا بیان ریکارڈ کراتے ہوئے کہا کہ ملزم مزمل عرف مجنو موجائی نے اسے نصف شب گن پوائنٹ پر گھر سے اغوا کیا۔ آمنہ موجائی کے والد نذیر موجائی کی شکایت پر پیروسن پولیس اسٹیشن میں ملزم مزمل عرف مجنو موجائی اور ایک نامعلوم ملزم کے خلاف آئی پی سی کی دفعہ 365 بی، 376، 337 اور 504 کے تحت مقدمہ درج کیا گیا ہے۔ پیروسن پولیس نے ملزم مزمل موجائی کو گرفتار کرلیا ہے۔ پولیس کے مطابق معاملہ کی مزید تفتیش کر رہے ہیں، اصل حقائق جلد سامنے لائیں گے۔

(الطاف حسین قاسمی)

بیوی کو قتل کر دیا

عمرکوٹ 22 جون کو تحصیل وضلع عمرکوٹ کے علاقے ہاڑ کے گوٹھ سرہانی ماچھی کے رہواسی شوہر حبیب اللہ ولد علی مراد ماچھی نے کدال کے وار کرکے اپنی 43 سالہ بیوی شہزادی ماچھی کو قتل کر دیا۔ اطلاع پر تعلقہ تھانہ عمرکوٹ کی پولیس نے جائے وقوع پر پہنچ کر مقتولہ کی نعش اپنی تحویل میں لی اور سول ہسپتال عمرکوٹ سے پوسٹ مارٹم کے بعد ورثاء کے حوالے کردی۔ تعلقہ پولیس تھانہ عمرکوٹ نے مقتولہ کے بھائی اسماعیل ماچھی کی فریاد پر گناہ نمبر 23/2025 قلم PPC302 کے تحت قتل کیس درج کر کے ملزم حبیب اللہ ماچھی کو گرفتار کرلیا۔ مقتولہ کے فریادی بھائی کے مطابق اسے فون پر اطلاع دی گئی کہ بہن شہزادی کو اس کے شوہر نے کدال کے وار منہ، چہرے اور جسم کے مختلف حصوں پر کر کے قتل کر دیا ہے۔ پولیس کے مطابق قتل مقدمہ درج کر کے واقعے میں ملوث ملزم شوہر کو گرفتار کرلیا گیا ہے۔ مزید جانچ جاری ہے جس میں قتل کی وجہ کا بھی پتہ چل جائے گا۔

(نامہ نگار)

جنگوں میں جنسی تشدد بنیادی حقوق کی شرمناک خلاف ورزی، وولکر ترک



----- جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھنے سے ان کے حقوق سے بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔ بہت سے ممالک کی جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی بھرے ہیں جنہیں طبی سہولیات، صاف پانی اور صحت وصفائی کے انتظام جیسے بنیادی حقوق حاصل نہیں۔ اقوام متحدہ نے تمام حکومتوں پر زور دیا ہے کہ وہ قیدیوں کے حالات میں بہتری لانے کے لیے نظام انصاف میں ضروری اصلاحات کو یقینی بنائیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے آج اس مسئلے پر ایک اجلاس کا انعقاد کیا جس میں معاشروں کو جرائم سے بہتر تحفظ فراہم کرنے کے لیے مجرموں کو قید کے بعد زندگی کی بحالی میں مدد دینے کے طریقوں پر بات چیت کی گئی۔ ایک دہائی قبل اسمبلی نے 'نیلسن منڈیلا ضوابط' کی منظوری دی تھی جو 122 رہنما ہدایات کا مجموعہ ہے۔ اس میں قیدیوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کے حوالے سے کم از کم ضابطے متعین کیے گئے ہیں۔ یہ اقدام دنیا کے بااثر ترین سابق قیدی اور جنوبی افریقہ میں شہری حقوق کے لیے کام کرنے والی نمایاں ترین شخصیت اور ملک کے سابق صدر نیلسن منڈیلا کی زندگی اور جدوجہد سے تحریک پا کر شروع کیا گیا۔ ان ضوابط کا مقصد قیدیوں کے تحفظ، سلامتی اور انسانی وقار کو یقینی بنانا اور قید خانوں کے عملے کے لیے واضح قوانین اور اصول پیش کرنا ہے۔

حقوق سے محرومی

اقوام متحدہ کے دفتر برائے انسداد منشیات و جرائم (یو این او ڈی سی) کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر غادہ ولی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت دنیا بھر میں قیدیوں کی تعداد ایک کروڑ 15 لاکھ ہے۔ جب جیلوں میں گنجائش سے زیادہ قیدی رکھے جاتے ہیں تو وہ اپنے بہت سے حقوق سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ایسے حالات میں نا صرف انہیں اور جیل کے عملے کو خطرات لاحق ہوتے ہیں بلکہ سزا کاٹنے کے بعد ان قیدیوں کو معاشرے کا کارآمد شہری بنانے کی کوششوں کو بھی نقصان ہوتا ہے اور اس سے پورے سماج پر منفی اثرات پڑتے ہیں۔

خواتین قیدیوں کے لیے خطرات

گزشتہ 20 برس کے دوران دنیا بھر کی جیلوں میں خواتین قیدیوں کی تعداد 57 فیصد بڑھ گئی ہے جو مردوں کے مقابلے میں تقریباً تین گنا بڑی شرح ہے۔ غادہ ولی نے کہا کہ بیشتر ممالک میں جیلوں کا نظام ان قیدیوں کی مخصوص ضروریات کو پورا نہیں کرتا۔ یہ نہ تو محفوظ صورتحال ہے اور نہ ہی یہ انسانی حالات کہے جا سکتے ہیں۔ حراستی مراکز میں خواتین کو جنسی تشدد، تولیدی صحت کی سہولیات تک محدود رسائی اور اپنے بچوں سے علیحدگی جیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

غیر معمولی اصلاحات کی ضرورت

غادہ ولی نے کہا کہ صورتحال میں اصلاح کے لیے محض جیل کی دیواروں اور سلاخوں کے بجائے لوگوں اور ان کے امکانات پر توجہ دینا ہوگی۔ حکومتوں کو یہ سوچنا ہوگا کہ قیدیوں کے حالات کیسے بہتر بنائے جا سکتے ہیں۔ اگر ذمہ دارانہ طور سے کام کیا جائے تو جیلیں عوام کے تحفظ، انصاف اور قانون کی عملداری میں مدد دے سکتی ہیں۔ لیکن دور حاضر میں جیلوں کا ماحول عموماً خطرناک اور غیر مفید ہوتا ہے۔ اجلاس میں اقوام متحدہ کے حکام نے واضح کیا کہ جیلوں کے حوالے سے اصلاحاتی کام میں قیدیوں کی بحالی کو مرکزی اہمیت دینا ہوگی اور ایسے نظام وضع کرنا ہوں گے کہ قیدی سزا مکمل کرنے کے بعد دوبارہ جرائم کی زندگی کی طرف جانے کے بجائے معاشرے کے کارآمد رکن ثابت ہوں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر فائیمن یانگ نے اجلاس سے اختتامی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اصل انصاف یہ نہیں کہ کسی کو سزا کیسے دی جا سکتی ہے بلکہ قیدیوں کا تحفظ، انکی بحالی اور ہر جگہ ہر ایک کے لیے بہتر مستقبل کی تعمیر ہی حقیقی انصاف ہے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

داماد کے ہاتھوں ساس قتل

میانوالی تفصیلات کے مطابق تھانہ سٹی میانوالی مسلم بازار میں گھریلو جھگڑے پر اپنی ساس کو فائر مار کر داماد نے قتل کر دیا اور فرار ہوگیا، پولیس نے حسب ضابطہ کاروائی عمل میں لاتے ہوئے جائے وقوعہ سے انویسٹیگیشن وفرانزک ٹیم نے شواہد اکھٹے کیے لاش کو پوسٹ مارٹم کیلیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا اور ملزم کے خلاف مقدمہ درج کرلیا گیا۔ واقعہ 7 جون کو پیش آیا تھا۔

(محمد رفیق)

بچے

جنگوں میں پھنسے بچوں کو حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا سامنا، یو این

شام کے شہر ادلب سے تعلق رکھنے والی صِلہ جب تین سال کی عمر میں تھیں تو ایک رات وہ اپنے گھر کے قریب میزائل گرنے کے دھماکوں سے جاگ اٹھیں۔ان کے خاندان کو تحفظ کی خاطر اپنا گھر چھوڑنا پڑا اور وہ لوگ 14 سال تک در بدر رہے۔ صِلہ کی عمر اب 17 برس ہے جنہوں نے آج اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کو ویڈیو کانفرنس کے ذریعے شام کی طویل خانہ جنگی کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بچپن میں بے گھری کی تکالیف کے اثرات اب بھی جھیل رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خود کو جنگوں میں بچوں کے تحفظ کے کام سے وابستہ کر لیا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ 2011 میں جب انہیں اپنا گھر چھوڑنا پڑا تو تب سے ان کی زندگی میں سکون کا لمحہ نہیں آیا۔ انہیں جہازوں جیسی آوازوں، تاریکی اور اکثر خاموشی سے بھی خوف آتا ہے۔ سلامتی کونسل کا یہ اجلاس بچوں اور مسلح تنازعات کے موضوع پر سیکرٹری جنرل کی تازہ ترین رپورٹ کے مندرجات پر بات چیت کے لیے بلایا گیا تھا۔

عالمی برادری کی ناکامی

اس رپورٹ کے مطابق، گزشتہ سال مسلح تنازعات میں بچوں کے حقوق کی پامالی کے واقعات میں 25 فیصد اضافہ دیکھا گیا جو گزشتہ 20 سال میں سب سے بڑی تعداد ہے۔اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) میں بچوں کے تحفظ سے متعلق شعبے کی ڈائریکٹر شیما سین گپتا نے کہا ہے کہ رپورٹ کے مطابق، دنیا بچوں کو جنگ کی ہولناکیوں سے تحفظ دینے میں ناکام ہے۔ ہر ملک میں بچوں کے حقوق کی پامالی کا ہر واقعہ ایک اخلاقی ناکامی ہے۔ دنیا کو اس صورتحال میں تبدیلی لانے کے لیے ہنگامی بنیاد پر اقدامات کرنا ہوں گے۔

چھینی گئی زندگی، ٹوٹے خواب

سلامتی کونسل کو پیش کی جانے والی یہ رپورٹ ہر سال دوران جنگ بچوں کے حقوق کی سنگین پامالیوں کا احاطہ کرتی ہے۔اس کے مندرجات اقوام متحدہ کے اداروں کی تصدیق شدہ معلومات پر مشتمل ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایسے واقعات کی اصل تعداد کہیں زیادہ ہو سکتی ہے۔

اس میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ سال جنگوں کے دوران بچوں کے حقوق کی 41,370 سنگین خلاف ورزیاں ہوئی جن میں انہیں ہلاک و زخمی کیا جانا، ان کے ساتھ جنسی زیادتی، اغوا اور بچوں کے سکولوں اور ہسپتالوں پر حملے شامل ہیں۔

مسلح تنازعات میں بچوں کی صورتحال پر سیکرٹری جنرل کی خصوصی نمائندہ ورجینیا گامبا نے سلامتی کونسل کو بتایا کہ ان حملوں کا نشانہ بننے والے ہر بچے چھینی ہوئی زندگی، ٹوٹے خوابوں، نامعقول تشدد اور طویل تنازعات کی داستان ہے۔ اگرچہ بچوں کے حقوق کی بہت سے پامالیاں دوران جنگ اور شہری علاقوں پر حملوں میں ہوتی ہیں لیکن جنگ ختم ہونے کے بعد بھی ایسے واقعات جاری رہتے ہیں۔ بارودی سرنگوں اور ان پھٹے گولہ بارود سے بچوں کو ہونے والا نقصان اس کی بڑی مثال ہے۔ شیما سین گپتا نے کہا کہ کھیتوں، سکولوں کے احاطوں یا راستوں پر پڑا بارود گویا موت کی سزا ہے۔ ایسا مواد تباہ شدہ عمارتوں کے ملبے پر بھی موجود ہوتا ہے جس سے بچوں کی طبی سہولیات اور تعلیم تک رسائی متاثر ہوتی ہے۔

عمر بھر کے زخم

ورجینیا گامبا نے کہا کہ مسلح تنازعات کے دوران زخمی ہونے والے بچے ان واقعات کے اثرات سے عمر بھر نکل نہیں پاتے۔ اگر وہ زخمی نہ بھی ہوئے ہوں تو تب بھی ایسے واقعات کے منفی اثرات ان کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ ان کا کہنا تھا کہ جنگ کے جسمانی اور نفسیاتی زخم ان بچوں کے خاندانوں، معاشروں اور ان کے بنیادی تانے بانے کو بھی بری طرح متاثر کرتے ہیں۔ اسی لیے اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) اور اس کے شراکت داروں نے دوران جنگ حقوق کی سنگین پامالیوں سے متاثرہ بچوں کے معاشرے میں انضمام نو اور انہیں نفسیاتی مدد دینے کے لیے کام کیا ہے۔

'بچے ضمنی نقصان نہیں'

ورجینیا گامبا نے اس رپورٹ میں بیان کردہ پریشان کن رجحانات پر قابو پانے کے لیے عالمی برادری پر ہنگامی اقدامات کے لیے زور دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ دنیا اس تاریک دور کی جانب واپس نہیں جا سکتی جہاں بچوں کو نظر انداز کر دیا جاتا تھا اور جنگوں میں ان پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ امدادی وسائل میں آنے والی حالیہ کمی کے باعث بچوں کے حقوق کی سنگین خلاف ورزی کے واقعات کی تفصیل جمع کرنے اور ان کی روک تھام کے لیے اقوام متحدہ کے کام میں رکاوٹ پیش آ رہی ہے۔ شیما سین گپتا کا کہنا تھا کہ عالمی برادری اس صورتحال کو ایک نیا معمول بننے کی اجازت نہیں دے سکتی۔ جنگوں میں بچوں کے نقصان کو 'ضمنی نقصان' نہیں سمجھنا چاہیے۔

امید کی کرن

رپورٹ میں جہاں اس مسئلے کی سنگینی کا تذکرہ ہے وہیں امید کی کرن بھی دکھائی دیتی ہے۔ مثال کے طور پر شام کی فوج نے ایک لائحہ عمل پر دستخط کیے جو بچوں کی جنگی مقاصد کے لیے بھرتی اور انہیں ہلاک و زخمی کیے جانے کی ممانعت کرتا ہے۔

صِلہ اس امید کا اظہار کرتی ہیں کہ یہ حقوق کی سنگین پامالیوں کا سامنا کرنے والی آخری نسل ہو گی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اس نسل سے تعلق رکھتی ہیں جو جنگ میں جسمانی طور پر تو محفوظ رہی لیکن اس کے دل اب بھی خوف میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے عالمی برادری سے کہا ہے کہ وہ بے گھری کو واپسی، ملبے کو گھر اور جنگ کو زندگی سے تبدیل کرے۔

(بشکریہ یو این خبر نامہ)

دنیا کو شعبہ صحت میں شدید مالی بحران کا سامنا، ڈبلیو ایچ او

----- عالمی ادارہ صحت (ڈبلیو ایچ او) نے خبردار کیا ہے کہ دنیا کو طبی مالیات کے حوالے سے ہنگامی صورتحال درپیش ہے۔ امیر ممالک کی جانب سے امدادی وسائل میں بڑے پیمانے پر کمی کے نتیجے میں بین الاقوامی امداد کا شعبہ اور دنیا بھر کے طبی نظام سنگین مشکلات سے دوچار ہیں۔ 'ڈبلیو ایچ او' میں طبی مالیات اور معیشت کے شعبے کی ڈائریکٹر کلپسو چا کیڈو نے جنیوا میں صحافیوں سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ، متعدد یورپی حکومتوں اور یورپی یونین کے اداروں کی جانب سے طبی مقاصد کے لیے دی جانے والی امداد کو منجمد کرنے یا اس میں کمی لانے کے حالیہ فیصلوں کی وجہ سے رواں سال صحت پر عالمگیر سرمایہ کاری میں 40 فیصد تک کمی آنے کا خدشہ ہے۔

ترقی پذیر ممالک پر اثرات

کلپسو چا کیڈو کا کہنا ہے کہ مالی وسائل کی قلت کے نتیجے میں بہت سے ترقی پذیر ممالک میں طبی مالیات کے حوالے سے ہنگامی حالات جنم لے رہے ہیں۔ ذیلی صحارا افریقہ کے ممالک ان حالات میں بری طرح متاثر ہوں گے جن کے طبی نظام غیر ملکی امداد پر چلتے ہیں۔ متعدد ممالک میں بہت سے طبی پروگراموں کا انحصار امریکہ کی مالی مدد پر تھا جو ملاوی سمیت بعض ممالک میں مجموعی طبی اخراجات کے 30 فیصد اور موزمبیق اور زمبابوے جیسے ممالک میں 25 فیصد کا احاطہ کرتے تھے۔ 2006 سے اب تک کم آمدنی والے ممالک میں فی کس غیر ملکی امداد کی شرح اندرون ملک طبی اخراجات سے زیادہ رہی ہے۔ ذیلی صحارا افریقہ کے متعدد ممالک پر قرضوں کا بڑھتا ہوا بوجھ ہے۔ بعض ملک ایسے بھی ہیں جو صحت پر اٹھنے والے اخراجات سے دوگنا زیادہ رقم قرضوں کی واپسی پر خرچ کرتے ہیں۔

بحران کا حل

اس بحران کو حل کرنے کے لیے 'ڈبلیو ایچ او' نے کم اور متوسط درجے کی آمدنی والے ممالک پر زور دیا ہے کہ وہ امداد پر انحصار کو کم کریں، محصولات کے نظام کو بہتر بنا کر آمدنی بڑھائیں، تمباکو اور شراب جیسی اشیا پر طبی ٹیکس میں اضافہ کریں اور کم خرچ طبی سرمایہ کاری کے لیے کم شرح سود پر قرضے لینے کے لیے کثیر فریقی بینکوں کی مدد حاصل کریں۔

ڈبلیو ایچ او نے سپین کے شہر سیویل میں مالیات برائے ترقی کے موضوع پر آئندہ بین الاقوامی کانفرنس میں شرکت کا فیصلہ بھی کیا ہے جہاں متوقع طور پر عالمی رہنماؤں کی جانب سے طبی مالیاتی بحران سے نمٹنے کی منصوبہ بندی کی جائے گی اور اس ضمن میں نئے وعدے بھی ہوں گے۔ (بشکریہ یو این خبرنامہ)

بارہ سالہ طالبعلم کی ہلاکت قابل مذمت، یونیسف



----- اقوام متحدہ کے ادارہ برائے اطفال (یونیسف) نے پاکستان میں سکول کے بچے کی جسمانی سزا کے نتیجے میں ہلاکت کی مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ بچوں کے خلاف تشدد ناقابل قبول ہے جس کی روک تھام کو یقینی بنایا جانا چاہیے۔ یونیسف نے واضح کیا ہے کہ سکولوں کو بچوں کے لیے محفوظ اور سیکھنے کی جگہیں ہونا چاہیے جہاں وہ پرورش پائیں اور تحفظ سے رہیں۔ اس واقعے سے پاکستان میں طلبہ اور والدین کا تعلیمی اداروں پر اعتماد مجروح ہوا ہے۔ ادارے نے غمزدہ خاندان، متوفی کے ساتھی طلبہ اور اس المناک واقعے سے متاثرہ تمام لوگوں سے تعزیت کا اظہار کیا ہے۔ اطلاعات کے مطابق، یہ واقعہ صوبہ خیبر پختونخوا کے شہر جمرود میں پیش آیا جہاں ایک سکول میں صبح کی اسمبلی کے دوران 12 سالہ بچے کو اس کے استاد نے شدید تشدد کا نشانہ بنایا جس سے وہ جانبر نہ ہو سکا۔

محفوظ ماحول میں تعلیم کا حق

یونیسف نے کہا ہے کہ ایسی سزا سے بچوں کو نا صرف جسمانی نقصان ہوتا ہے بلکہ اس سے ان پر طویل مدتی منفی نفسیاتی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں جو اس کی ترقی اور بہبود کو متاثر کرنے کے علاوہ سیکھنے، آگے بڑھنے اور اپنی مکمل صلاحیتوں سے کام لینے کی راہ میں بھی رکاوٹ بنتے ہیں۔ سکولوں میں جسمانی سزا دینے کی ممانعت کے قوانین پر سختی سے عملدرآمد ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں اساتذہ کو نظم وضبط قائم کرنے کے لیے مثبت اور غیر متشدد طریقوں سے کام لینے کی تربیت بھی دی جانی چاہیے۔ ادارے نے بچوں کے حقوق پر اقوام متحدہ کے کنونشن کے تحت ایسے رسوم ورواج اور رویوں کو تبدیل کرنے پر بھی زور دیا ہے جو جسمانی سزا کے رجحان کو تقویت دیتے ہیں جبکہ پاکستان نے بھی اس کنونشن پر دستخط کر رکھے ہیں۔ ادارے نے واضح کیا ہے کہ تمام بچوں کو محفوظ ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کا حق ہے۔ انہیں تشدد کا نشانہ نہیں بنانا چاہیے اور ہر طرح کے حالات میں ہر بچے کے حقوق کو برقرار رکھنا لازم ہے۔

(بشکریہ یو این خبرنامہ)

نجی سکولوں میں جسمانی سزا دینا جرم قرار، اعلامیہ جاری

خیبر خیبر پختونخوا اسکولز ریگولیٹری اتھارٹی نے صوبے بھر کے تمام نجی تعلیمی اداروں میں طلبہ کو جسمانی سزا دینا قابلِ سزا جرم قرار دے دیا ہے۔ اتھارٹی کی جانب سے جاری کردہ مراسلے کے مطابق خلاف ورزی کی صورت میں 6 ماہ قید، 50 ہزار روپے جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جا سکتی ہیں۔ مراسلے میں کہا گیا ہے کہ یہ اقدام طلبہ پر جسمانی تشدد سے متعلق موصول ہونے والی عوامی شکایات کے بعد اٹھایا گیا ہے۔ سکولز ریگولیٹری اتھارٹی نے خبردار کیا ہے کہ خیبر پختونخوا چائلڈ پروٹیکشن اینڈ ویلفیئر ایکٹ 2010 اور ریگولیشنز 2018 کے تحت ایسے تمام اقدامات غیر قانونی ہیں اور خلاف ورزی پر سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔ یہ فیصلہ ایک افسوسناک واقعے کے بعد سامنے آیا ہے جو گزشتہ روز ضلع خیبر کی تحصیل جمرود میں پیش آیا۔ نجی سکول میں جماعت پنجم کے طالبعلم اتحاد ولد خیال مت خان پر سکول پرنسپل نے دورانِ اسمبلی مبینہ طور پر تشدد کیا، جس کے باعث بچہ شدید زخمی ہو گیا اور بعد ازاں زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے دم توڑ گیا۔ ریگولیٹری اتھارٹی کا کہنا ہے کہ بچوں کی جسمانی، ذہنی اور تعلیمی بہتری کے لیے تشدد سے پاک ماحول یقینی بنانا تمام تعلیمی اداروں کی ذمہ داری ہے، اور قانون کی خلاف ورزی کسی صورت برداشت نہیں کی جائے گی۔

(مسعود شاہ)

بچے سے جنسی زیادتی

میانوالی 12 جون کو واں بھچراں کے نواحی علاقہ ڈھکو انوالہ شادیہ میں طلال احمد ولد محمد عارف نے اپنے پڑوسی 12/13 سال کے لڑکے کو چھت پر سولر پلیٹ رکھوانے کے بہانے زیادتی کا نشانہ بنا ڈالا۔ لڑکے کے ولد کی مدعیت میں ملزم کے خلاف مقدمہ درج کر لیا، ڈی پی او کے فوری نوٹس پر تھانہ واں بھچراں کی پولیس نے ملزم کو گرفتار کر لیا ہے۔ (محمد رفیق)

ایچ آر سی پی شکایات سیل

ایچ آر سی پی شکایات سیل نے 1985ء میں کام شروع کیا جب کسی بھی سرکاری یا غیر سرکاری ادارے میں ایسا مخصوص سیل موجود نہیں تھا جو مظلوم لوگوں کی شکایات وصول کرتا ہو۔اس وقت سے،ایچ آر سی پی پاکستان بھر میں انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کے ازالے کے لئے جدوجہد میں مصروف ہے۔

ایچ آر سی پی شکایت سیل کو ماہانہ سینکڑوں شکایات موصول ہوتی ہیں۔ہم جونہی خواتین کے خلاف تشدد،محکمہ جاتی مسائل،اقلیتوں کے حقوق،جبری شادیوں، جبری تبدیلی مذہب، جبری گمشدگیوں، سائبر جرائم اور دیگر تمام انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں سے متعلق شکایات وصول کرتے ہیں اور اس پر ایکشن لیتے ہیں۔تاہم، مالی معاونت، سیاسی پناہ، جائیداد کے تنازعات یا ذاتی تنازعات سے متعلق شکایات ہمارے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

طریقہ کار

جیسے ہی ہمیں شکایات موصول ہوتی ہیں ہم متعلقہ حکام سے رابطہ کرتے ہیں اور کیس پر کارروائی کا آغاز کردیتے ہیں۔ہمارا بہت سے سرکاری اور غیر سرکاری اداروں کے ساتھ ایک براہ راست ریفرل نظام موجود ہے جس کا مقصد شکایت کے فوری ازالے کو یقینی بنانا ہے۔

ہم سے رابطہ کریں

اگر آپ نے کوئی شکایت درج کرانی ہے تو ہمیں کال کرسکتے ہیں، واٹس ایپ کرسکتے ہیں، ای میل بھیج سکتے ہیں یا خط ارسال کرسکتے ہیں۔ آپ اپنے قریبی ایچ آر سی پی شکایات ڈیسک میں بذات خود جا کر شکایت رجسٹر کرواسکتے ہیں اور کمپلینٹ آفیسر سے بذات خود بات کرسکتے ہیں۔

لاہور	کراچی	پشاور
ایوان جمہور۔107 ٹیپو بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600 فون : 3586 5969 ,3583 8341 ,4994 3586 42 92+ ای میل : hrcp@hrcp-web.org ویب سائیٹ : www.hrcp-web.org مرکز شکایات سیل فون : 5969 3584 042 92+ موبائل: 4884 341 0321 92+ ای میل: complaints@hrcp-web.org	یونٹ نمبر 08،فلور 1 سٹیٹ لائف بلڈنگ نمبر 5 (الاکو ہاؤس) عبداللہ ہارون روڈ صدر، کراچی۔74400 فون : 3563 7132 ,7131 3563 21 92+ شکایات سیل (موبائل) : 6287 111 315 92+ ای میل : karachi@hrcp-web.org	43 گلشن اقبال لین (نزد ارباب روڈ شاپ) یونیورسٹی روڈ، پشاور فون : 4253 584 091 92+ شکایات سیل (موبائل) : 0640 950 0318 92+ ای میل : peshawar@hrcp-web.org

اسلام آباد	کوئٹہ	حیدر آباد
آفس B-1،فلور 2 بلاک ڈی-12، (اوپر فیصل بینک) جی 8، مرکز، اسلام آباد فون : 1127 835 51 92+ شکایات سیل (موبائل): 4773 569 333 92+ ای میل : islamabad@hrcp-web.org	فلیٹ نمبر C-6 کبیر بلڈنگ ایم۔اے جناح روڈ، کوئٹہ فون : 7869 282 81 92+ شکایات سیل (موبائل) 6125 294 306 92+ ای میل : quetta@hrcp-web.org	306- فائزہ آرکیڈ، (لوفٹ اینڈ میزانائن فلور) نزد مسجد حاجی شاہ بخاری درگاہ صدر کنٹونمنٹ، حیدر آباد فون : 770 720 ,3688 278 22 92+ فیکس : 4645 278 22 92+ شکایات سیل (موبائل) : 2222 339 310 92+ ای میل : hyderabad@hrcp-web.org

ملتان	گلگت	تربت/مکران
2511/5A ابدالی کالونی نزد بریٹین سکول ملتان فون : 7217 451 61 92+ شکایات سیل (موبائل) : 5529 665 331 92+ ای میل : multan@hrcp-web.org	آفس نمبر 8-9، رانگ یل پلازہ جماعت خانہ روڈ، ذوالفقار آباد کالونی، جتیال، گلگت موبائل : 5553 547 0344 92+ شکایات سیل (موبائل) : 1088 454 355 92+ ای میل : gilgit@hrcp-web.org	پرواز ہاؤس، بالمقابل علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی پسنی روڈ، تربت، کیچ فون : 365 413 852 92+ شکایات سیل (موبائل) : 2406 234 323 92+ ای میل : turbat@hrcp-web.org

Human Rights Commission of Pakistan

جہدِ حق

پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق جہدِ حق کے تمام قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہے کہ
یہ رسالہ مفت ہے۔ قارئین کو کسی قسم کی قیمت ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے

انسانی حقوق کا عالمی منشور

10 دسمبر 1948ء کو اقوام عالم نے انسانی حقوق کا مندرجہ ذیل عالمی منشور منظور کیا

دفعہ - 1: تمام انسان آزاد اور حقوق وعزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انھیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ -2: ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں اور اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

اس کے علاوہ کسی بھی شخص کے ساتھ اس کے علاقے یا ملک کی، سیاسی، عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا اقدار اعلیٰ کے لحاظ سے کسی اور بندش کا پابند ہو۔

دفعہ - 3: ہر شخص کو اپنی آزادی، زندگی اور تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 4: کوئی شخص، غلام یا لونڈی بنا کر نہ رکھا جا سکے گا۔ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی بھی شکل ہو، ممنوع ہو گی۔

دفعہ - 5: کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ انسانیت سوز، یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ - 6: ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت کو تسلیم کیا جائے۔

دفعہ - 7: قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس تفریق کی بھی ترغیب دی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

دفعہ - 8: ہر شخص کو ان فعال کے خلاف جو دستور یا قانون میں دیے ہوئے بنیادی حقوق کی نفی کرتے ہوں، با اختیار قومی عدالتوں سے موئثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

دفعہ - 9: کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند، یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 10: ہر شخص کو یکساں طور پر حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق وفرائض کے تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے فیصلے کے بارے میں اسے ایک آزاد اور غیر جانب دار عدالت میں کھلی اور منصفانہ سماعت کا موقع ملے۔

دفعہ - 11: (1) ایسے ہر شخص کو جس پر کوئی فوجداری الزام عاید کیا جائے، اس وقت تک بے گناہ شمار کیے جانے کا حق ہے جب تک کہ اس پر کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت نہ ہو جائے اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا پورا موقع اور تمام ضمانتیں نہ دی جاسکی ہوں۔

(2) کسی شخص کو کسی ایسے فعل یا فروگزاشت کی بناء پر جو ارتکاب کے وقت قومی یا بین الاقوامی قانون کے اندر تعزیری جرم شمار نہیں کیا جاتا تھا، کسی تعزیری جرم میں ماخوذ نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اسے کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم کے ارتکاب کے وقت کی مقرر کردہ سزا سے زائد ہو۔

دفعہ - 12: کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط وکتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کیے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

دفعہ - 13: (1) ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل وحرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا ہو اور اسی طرح اسے اپنے ملک میں واپس آجانے کا بھی حق ہے۔

دفعہ - 14: (1) ہر شخص کو عقیدے کی بنا پر ایذا رسانی سے بچنے کے لیے دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

(2) یہ حق ان عدالتی کاروائیوں سے بچنے کے لیے استعمال میں نہیں کیا جاسکتا جو خالصتا غیر سیاسی جرائم یا ایسے افعال کی وجہ سے عمل میں آتی ہیں جو اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف ہیں۔

دفعہ - 15: (1) ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔

(2) کوئی شخص محض من مانے طور پر قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

دفعہ - 16: (1) بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت، یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملے میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

(2) نکاح فریقین کی پوری آزادی اور رضامندی سے ہوگا۔

(3) خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

دفعہ - 17: (1) ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو زبردستی اس کی جائیداد سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ - 18: ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب اور عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل، اور اس کی عبادات اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ - 19: ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے۔ اس حق میں یہ امر بھی شامل ہے کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے اور ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

دفعہ - 20: (1) ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمنیں قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

(2) کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

دفعہ - 21: (ا) ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کیے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

(3) عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہوگی۔ یہ مرضی وقتاً فوقتاً ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

دفعہ - 22: معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے، جو اس کی عزت اور شخصیت کی آزادانہ نشونما کے لیے لازم ہیں۔

دفعہ - 23: (1) ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کی مناسب ومعقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔

(2) ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لیے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

(3) ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب ومعقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے اور اس کے اہل وعیال کے لیے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جاسکے۔

(4) ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لیے تجارتی انجمنیں، (ٹریڈ یونین) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

دفعہ - 24: ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقررہ وقفوں پر تعطیلات میں شامل ہیں۔

دفعہ - 25: (1) ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات، اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔

(2) زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ - 26: (1) ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہوگی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہوگی۔ فنی اور پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہوگا۔

(2) تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشونما ہوگا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہوگی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔

(3) والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ - 27: (1) ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔

(2) ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسی سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

دفعہ - 28: ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہوسکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

دفعہ - 29: (1) ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔

(2) اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کی گئی ہوں۔

(3) یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔

دفعہ - 30: اس اعلان کی کسی چیز سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جاسکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشا ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

پبلشر: ندیم فاضل: پاکستان کمیشن برائے انسانی حقوق
''ایوان جمہور'' 107۔ ٹیپو بلاک، نیوگارڈن ٹاؤن، لاہور
فون : 35838341-35864994 فیکس : 35883582
ای میل hrcp@hrcp-web.org ویب سائٹ : www.hrcp-web.org
پرنٹر : مکتبہ جدید پریس، 14ایمپرس، لاہور Registered No. LRL-15

کمپوز:
جمال احمد
سید رضا شاہ